رجب المرجب ۱۴۱۴ھ ○ جنوری ۱۹۹۴ء

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

فضائل سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ
سیرت و کردار اور دورِ حکومت

جمہوریت کے مقتل کی لاشوں کے نام

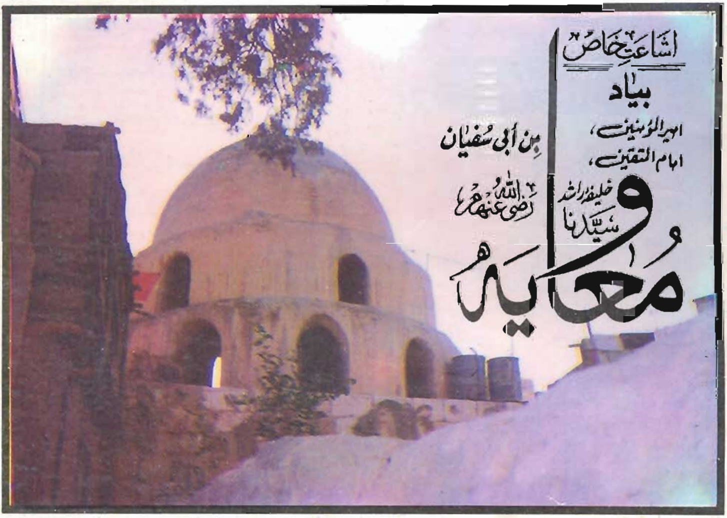

بے نظیر کے دورۂ ایران کا بے نظیر تحفہ
بھارت ایران گیس پائپ لائن براستہ پاکستان

- جبر کی سائنس سے صبر کی سائنس تک
- نواب کالاباغ کے منظورِ نظر الطاف گوہر کے نام

افکارِ احرار

احرار کا مقصد مجاور پیدا کرنا نہیں، مجاہد تیار کرنا ہے یہ ہمارا کردار ہے اور ہمارے اس کردار پر تریسٹھ برس کی تاریخ شاہد عادل ہے کہ ہم نے طوفانوں کا رُخ موڑا اور حوادث کا منہ توڑا ہے۔ ہم نے سید احمد شہید اور شیخ الہند کی وراثت سنبھالی ہے۔ ہم نے دشمن کے خرمن کو آگ لگائی ہے۔ ہم سیلِ بے پناہ بن کر نکلے اور فرنگی سامراج کے اقتدار کو بہا کر لے گئے۔

احرار ایسے جیالے مائیں روز روز نہیں جنا کرتیں۔ احرار کا طرّۂ امتیاز ہی یہ ہے کہ وہ اللہ کے دین اور شریعتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خاطر

- پھانسیوں پر جھول گئے
- گولیوں کے سامنے سینہ سپر ہو گئے
- سنتِ یوسفی (علیہ السلام) ادا کرتے کرتے جانیں وار گئے
- بیویوں اور بچوں کو دین پر قربان کر گئے
- خبیب ابن عدی، عاصم، قاری طلحہ اور ابودجانہ (رضی اللہ عنہم) کی اتباع میں حرمتِ رسولؐ و ختمِ نبوت، کا فرض ادا کرتے کرتے قربان ہو گئے

ہم نے کبھی اقتدار سے مفاہمت نہیں کی ہم نے سیاسی مفادات کی زلہ ربائی میں حق اور اہلِ حق کو کبھی قربان نہیں کیا۔ ہم نے دینی مفاد پر مجلس احرار کے سیاسی مفادات کو ہمیشہ قربان کیا ہے۔ ہم حکومتِ الٰہیہ کی منزل کے راہی ہیں اور اس راہ میں قربانی ہی قربانی ہے۔ احرار کارکن قربانیاں دیتے جائیں اور آگے بڑھتے جائیں وہ وقت ضرور آئے گا جب منزل خود احرار کا استقبال کرے گی۔

جانشینِ امیرِ شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری مدظلہ

صدائے حق

خطاب: ۲۸ / مارچ ۱۹۸۰ء، خان پور

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۷۵۵

رجب المرجب ۱۴۱۴ھ جنوری ۱۹۹۴ء جلد ۵ شمارہ ۱ موجودہ پرچہ کی قیمت ۱۲/ روپے

سرپرست اکابر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

حضرت مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہ

مجلسِ ادارت

رئیس التحریر: سید عطاء المحسن بخاری

مدیر مسئول: سید محمد کفیل بخاری

رُفقاءِ فکر

مولانا محمد عبدالحق مدظلہ

حکیم محمود احمد ظفر مدظلہ

ذوالکفل بخاری ۔ قمر الحسنین

خادم حسین ۔ ابوسفیان تائب

محمد عمر فاروق ۔ عبداللطیف خالد

سید خالد مسعود گیلانی

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک =/۱۰۰ روپے ◆ بیرون ملک =/۱۰۰۰ روپے پاکستانی

رابطہ

دار بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان۔ فون: ۵۱۱۹۶۱

تحریک تحفظ ختم نبوۃ (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل احمد اختر مطبع: تشکیل نو پرنٹرز مقام اشاعت: دار بنی ہاشم ملتان

آئینہ

اِداریہ :	دل کی بات	مدیر	۳
اعلان :	مسجد احرار ربوہ میں انتظامی تبدیلی	ادارہ	۵
تنقید :	جبر کی سائنس سے صبر کی سائنس تک	سیّد ذوالکفل بخاری	۶
″	نواب کالاباغ کے منظور نظر الطاف گوہر کی خدمت میں	محمد عمر فاروق	۱۲
تجزیہ :	جمہوریت کے مقتل کی لاشوں کے نام ۔۔۔!	پروفیسر تاثیر وجدان	۱۹
مناقب :	فضائلِ سیدنا امیر معاویہؓ (احادیث اور اقوالِ صحابہ)	سیّد عطاء المحسن بخاری	۲۷
″	سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہٗ (نظم)	جناب نور الحسن ضیاء	۳۲
خطاب :	سیرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہٗ	سید عطاء المحسن بخاری	۳۳
خارجہ پالیسی :	بے نظیر کا دورۂ ایران	قمر الحسنین	۴۱
تاریخ :	ایک اور رفیقِ ہجرت	شاہ بلیغ الدین	۴۹
نقد و نظر :	جناب کوثر نیازی کے نام کھلا خط	سیّد عطاء المحسن بخاری	۵۳
کہانی :	ایک تھی ملکہ ۔۔۔۔۔۔	خادم حسین	۵۵
طنز و مزاح :	زبان میری ہے بات اُن کی	ساغر اقبالی	۵۷
حُسنِ انتخاب :	مودودی صاحب سے قاضی صاحب تک	مولانا عبد الغفار حسن	۴۸
بازگشت :	مفکرِ احرار چودھری افضل حق سے ملاقات	محمد احمد معاویہ	۶۳
شاعری :	افضلِ رہبر (نظم)	آغا عرش فیروز پوری	۶۸
	نعت	پروفیسر عابد صدیق	۶۹
	نظم	سیّد عطاء المحسن بخاری، قمر الحسنین	۷۰
	غزل	پروفیسر خالد شبیر	۷۱
تحقیق :	ایک شیعہ کے تیس سوالات اور اُن کے جوابات	مفتی ابو معاویہ تونسوی	۷۲
تبصرہ کتب :	حُسنِ انتقاد	سیّد ذوالکفل بخاری	۷۹

”عیسائیوں کے سالِ نو کے آغاز پر اُن کی ہدایت کی دُعا کیجئے“

دل کی بات

۱۰ دسمبر ۱۹۹۳ کے قومی اخبارات میں پاکستان کی معروف لادین جماعت "عوامی نیشنل پارٹی" کے سربراہ جناب اجمل خٹک کی پریس کانفرنس شائع ہوئی۔ انہوں نے اپنے "ویاکھیان" میں کہا.....

"۱۹۷۳ء کے آئین کو اصل شکل میں بحال کیا جائے۔ تمام آئینی ترامیم اور قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے والی ترمیم بھی ختم کی جائے۔"

جناب خٹک کے اس بیان کو سب نے پڑھا مگر..... محسوس صرف اہل بصیرت نے کیا۔ ہم لوگ جو روز اوّل سے ہی اپنے بے لچک اور واضح نظریات کے حوالے سے سیاسی و مذہبی حلقوں میں معتوب چلے آ رہے ہیں۔ اس بیان پر قطعی طور پر حیران اور پریشان نہیں ہوئے۔ اسلئے کہ ملک کی تمام لادین جماعتوں اور ان کے بدزبان لادین رہنماؤں کے بارے میں ہم ایک واضح، حتمی اور مستقل رائے رکھتے ہیں۔ اور ان سے ایسے ہی طرزِ عمل کی توقع بھی..... لیکن یہ بیان ان دینی جماعتوں کے لئے ضرور حیران کن ہے جو گزشتہ تیس برسوں سے مختلف اتحادوں میں ملک کی لادین جماعتوں سے "سیاسی متعہ" کرتی چلی آ رہی ہیں۔ آئندہ پیش آنے والے حالات ہمارے دینی رہنماؤں کو بہت کچھ سوچنے سمجھنے اور عمل کرنے پر مجبور کردیں گے۔ البتہ ہم اجمل خٹک صاحب کو یہ ضرور یاد دلائیں گے کہ ۱۹۷۳ء کے آئین میں جو ترامیم بھٹو دور میں ہوئیں اس کی توثیق آپ کی جماعت نے بھی کی تھی۔ اور ضیاء الحق مرحوم کا دور تو آپ کے لئے سراسر رحمت تھا۔ آپ کی پوری جماعت اُن کے حق میں رطب اللسان رہی۔ اور محض تفنن طبع کے لئے کبھی اختلاف کیا۔ ضیاء مرحوم کی آئینی ترامیم بھی اسمبلی کی پاس کردہ ہیں۔ وہی اسمبلی..... جس کے بیشتر ارکان آج بھی حکومت میں شامل ہیں اور ضیاء الحق کو آمر کہتے ہوئے انہیں غیرت، حمیت اور شرم کسی چیز کا بھی احساس دامن گیر نہیں ہوتا۔ حالانکہ وہ خود ضیاء کی باقیات ہیں۔

قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی ترمیم اور آٹھویں ترمیم کے وہ حصے جو اسلام سے وابستہ ہیں، پوری قوم ان کے بارے میں دوسری رائے نہیں رکھتی۔ پھر صدر مملکت جناب فاروق لغاری بھی اپنے ایک حالیہ بیان میں یہ وضاحت کرچکے ہیں کہ آئین میں کی گئی ان ترامیم کو قطعاً ختم نہیں کیا جائے گا جن کا تعلق اسلام سے ہے۔

اجمل خٹک اور اسی قماش کے دوسرے لادین سیاسی رہنماؤں کا سیخ پا ہونا فطرتاً ان کی مجبوری ہے۔ کہ وہ جس نظام کے علمبردار ہیں اس میں اسلام فرد کا ذاتی مسئلہ ہے ریاست و حکومت کا نہیں۔ اور ہمارے نزدیک اسلام فرد کے ذاتی مسائل سے لیکر ریاست کے اجتماعی مسائل تک سب میں مکمل مداخلت اور اطاعتِ

کاملہ کا مطالبہ کرتا ہے..... ہم بہرحال مسلمان ہیں اور اسلام کا تحفظ ہمارا دینی فریضہ ہے۔ اسلئے کسی صورت بھی آئین کی اسلامی ترامیم کو ختم نہیں ہونے دیں گے۔ کسی کو شوق ہے تو وہ پورا کر کے دیکھ لے..... قوم شدید مزاحمت کر کے انہیں نشانِ عبرت بنا دے گی۔ ....

ایٹمی پروگرام اور پاکستانی حکمران!

قائد حزب اختلاف مسٹر نواز شریف کا سارا زور آجکل پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو رول بیک کرنے والوں کے خلاف لگ رہا ہے۔ اس موضوع پر ملک کے اخبارات و رسائل میں بہت کچھ شائع ہو چکا ہے۔ اب ہر شخص جانتا ہے کہ کس نے کیا کردار ادا کیا۔ سابق آرمی چیف اسلم بیگ مرزا صاحب نے تو اپنے ایک مضمون میں یہ لکھ کر سارے مسئلے حل کر دیئے کہ

"غلام اسحٰق، بے نظیر اور میں نے ایٹمی پروگرام منجمد کیا تھا۔" پھر اس انجماد کو نواز شریف صاحب نے اپنے اقتدار میں بحال رکھا۔ اور کوئی پیش رفت نہ کی۔ تا حال بیگ صاحب کے بیان کی حزب اقتدار یا حزب اختلاف کسی بھی حلقے نے تردید نہیں کی۔ اسلئے کہ اس حمام میں سبھی ننگے ہیں۔ جو اپنی اپنی برہنگی ڈھانپنے کی ناکام سعی کر رہے ہیں۔ مگر اصل محرک کا نام لینے سے شرمار ہے ہیں۔ بلکہ خوفزدہ ہیں جس نے اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ان کا ٹیٹوا دبایا۔ سیاسی رہنماؤں کو اس حساس مسئلہ پر قوم سے یہ بد ترین مذاق بند کرنا چاہیے۔ اور واضح طور پر بتانا چاہیئے کہ ہم نے امریکہ بہادر کے کہنے پر اس قومی جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ انہیں اعتراف کرنا چاہیئے کہ وہ امریکہ کے غلامِ بے دام بن چکے ہیں۔ اور امریکہ اب پاکستان کے اندرونی معاملات میں مکمل طور پر دخیل ہو چکا ہے۔ اس نے بھارت کو تمام معاملات میں مکمل چھٹی دے رکھی ہے۔ اور پاکستان کے ہر معاملے پر پابندی اور کڑی نگرانی......

کراچی ائرپورٹ پر بھارتی جاسوس ہیلی کاپٹروں کی آمد اور ان میں آنے والے بھارتیوں کی بغیر ویزہ کے سندھ کے حساس دفاعی علاقوں میں سیر و تفریح، نقشوں اور تصاویر کی تیاری کے بعد واپسی۔ ایران بھارت گیس پائپ لائن براستہ پاکستان کا منصوبہ۔ اور اس منصوبہ کی تکمیل کے لئے پاکستان کے حساس ترین علاقوں کا بغیر کسی چیک اور رائلٹی کے استعمال۔ بھارتیوں اور دیگر غیر ملکیوں کا اس منصوبہ کی تکمیل کے لئے پاکستان میں آزادانہ قیام و عمل۔ بے نظیر کا دورۂ ایران میں اس منصوبہ کو من و عن قبول کرنا، بھارت کی آزاد ایٹمی پالیسی اور پاکستان پر پابندی۔ یہ سب کچھ کیا ہے اور کیوں ہے؟ ہر پاکستانی جانتا ہے اور اس پر کرب و اضطراب سے دوچار ہے۔

قبل اس کے کہ قوم کا پیمانۂ صبر لبریز ہو جائے اور یہ طوفان ملک و ملت کے سوداگر حکمرانوں اور سیاست دانوں کو بہا لے جائے۔ حکومت کو اس مسئلہ پر قومی امنگوں کے مطابق واضح اور بے لچک مؤقف اختیار کر کے ملک کو ناقابل تسخیر ایٹمی قوت بنانے کے عزم کا اعلان کرنا چاہیئے۔

تمام ماتحت مجالسِ احرارِ اسلام کے لئے نہایت اہم اعلان

امیر مرکزیہ مجلس احرار اسلام پاکستان نے مرکزی مجلس عاملہ کے ارکان کے مشورہ پر مسجد احرار ربوہ کے سابق خطیب مولوی اللہ یار ارشد کو جماعتی پالیسی سے انحراف، جماعت کے وقار کو شدید نقصان پہنچانے، بیت المال میں مبینہ خورد برد، مدرسہ کے تعلیمی و تدریسی نظام کی بربادی، مسجد احرار میں اذان و نماز کے عدم اہتمام، اور بعض سنگین اخلاقی و سیاسی جرائم کے ارتکاب پر فوری طور پر جماعت سے خارج کر دیا ہے۔

مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس، منعقدہ ۱۸، ۱۹ نومبر ۱۹۹۳ء ملتان کے فیصلہ کے مطابق

ابنِ امیر شریعت
حضرت پیر جی سید **عطاء المھیمن** بخاری مدظلہ

مسجد احرار میں

مستقل خطبۂ جمعہ ارشاد فرما رہے ہیں اور مسجد و مدرسہ کے جملہ انتظام و انصرام کے سلسلہ میں ربوہ میں مقیم ہیں۔

مدرسہ ختم نبوت، مسجد احرار میں طلباء کی تعلیم و تربیت اور تبلیغی نظام کو بہتر بنانے کے لئے فوری طور پر درج ذیل افراد کی ایک کمیٹی تشکیل دے دی گئی ہے۔

- ابنِ امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ (بانی و مہتمم) — سرپرست
- ابنِ امیر شریعت حضرت پیر جی قاری سید عطاء المھیمن بخاری دامت برکاتہم۔ — خطیب مسجد احرار
- مولانا محمد مغیرہ صاحب (مبلغ و خطیب)
- حضرت مولانا محمد اسحٰق سلیمی مدظلہ (ناظم امور خاص و عام)
- حافظ محمد علی صاحب (امام)
- حافظ عبدالعلیم صاحب (مدرس درجہ حفظ و ناظرہ)

معاونین

عبداللطیف خالد چیمہ، سید محمد کفیل بخاری، ابوسفیان تائب، حافظ محمد کفایت اللہ، حافظ ہارون الرشید، مولانا محمد زمان، مہر محمد مشتاق

پرائمری سکول کا اجراء

رمضان المبارک کے بعد مسجد احرار میں پرائمری سکول کا اجراء بھی کر دیا جائے گا۔ (انشاء اللہ)

کمروں کی تعمیر

مدرسہ ختم نبوت کی تعمیر کا آغاز ہو چکا ہے۔ طلباء کی تعلیم و رہائش کے لئے رمضان المبارک تک تین کمروں کی تعمیر مکمل کر دی جائے گی۔ (انشاء اللہ)

اہم نوٹ

مسجد و مدرسہ کی تعمیر کیلئے جملہ رقوم حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ کے نام ملتان کے پتہ پر، یا ربوہ میں حضرت پیر جی سید عطاء المھیمن بخاری مدظلہ کو ارسال کی جائیں۔

منجانب: ناظم شعبہ تبلیغ۔ تحریک تحفظ ختم نبوت، مجلس احرارِ اسلام، پاکستان

رابطہ فون: ملتان 511961، ربوہ 886

سید محمد ذوالکفل بخاری

جبر کی سائنس سے
صبر کی سائنس تک!

یادش بخیر، الطاف گوہر صاحب آج کل "نوائے وقت" میں "جنوں کی حکایت" لکھ رہے ہیں۔ اردو دان اور اردو خواں عوام کے لئے، ان ایسے خواص کا اتنا تردد، عین الطاف اور عین نوازش ہی تو ہے۔

"ترے جنوں کا خدا سلسلہ دراز کرے"

لطف سخن تو ہے ہی خداداد چیز، لیکن میں نے دیکھا ہے کہ مطلعوں، مقطعوں یا ان کے بیچوں بیچ، سخن گسترانہ باتوں کی "تنصیب" کا جیسا ہنر انہیں آتا ہے، اس میں بھی وہ یکتا ہیں۔ بلکہ یکہ تاز ہیں۔ اپنے یکم دسمبر (۹۳ء) کے کالم "باتیں نواب کالا باغ مرحوم کی" ---------- میں الطاف صاحب نے حسب معمول بڑے مزے کی اور بڑی پتے کی باتیں کہی ہیں۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں------ فیض احمد فیض نے کہا "دیکھو نا! جبر کی بھی ایک سائنس ہے۔ جسے ہر وہ شخص جو اقتدار کی کرسی پر قبضہ کر لے نہیں سمجھ سکتا۔ بعض مستند جابر ہوتے ہیں اور بعض نوآموز، اب نواب کالا باغ تھا، نجیب الطرفین جابر، کیا مجال کسی چھوٹے آدمی پر ہاتھ ڈالے مگر سارے مغربی پاکستان میں اس کی دہشت تھی۔ بھٹو صاحب اس کی نقل کرتے تھے مگر جبر کی سائنس سے ناآشنا تھے۔"

یوں، الطاف صاحب نے اپنے کالم میں جبر کی سائنس کو حوالہ بنا کر نواب کالا باغ مرحوم کی شخصیت اور کردار کے متعلق گفتگو کی ہے۔ لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ اول تو ہماری سمجھ میں یہ جبر کی سائنس آئی ہی نہیں۔ دیکھیئے، ایک ہوتی ہے جبریت، جسے آپ ایسے پڑھے لکھے Fatalism یا Determinism کہیں گے۔ اور ایک ہوتی ہے جباریت، جسے شاید آپ Omnipotence کہیں گے۔ اب اگر ان کی کوئی سائنس، دریافت کر لی جائے تو ٹھیک ہے۔ کوئی ایسی بات نہیں۔ لیکن یہ جو جبر کی سائنس ہے، یہ تو مستلزم ہوگی ظلم و استبداد اور جور و جفا کی سائنسز کو۔ اور جور کی سائنس آپ کو پتا ہے، عبارت ہے------ "افضل الجہاد، کلمۃ الحق عند السلطان الجائر" سے! جائر حکمران

کے سامنے کلمہ حق کہنے سے (جی ہاں! سلطان جابر نہیں، سلطان جائر!) جبکہ جفا کی سائنس۔۔۔۔۔۔۔؟ یہ تو بہت پرانی ہے۔

جفا کم کن کہ فردا روز محشر
بہ پیش عاشقاں شرمندہ باشی

کہنا میں یہ چاہتا ہوں کہ ظلم، ظلم ہوتا ہے، استبداد، استبداد ہوتا ہے۔ اور جبر، جبر ہی ہوتا ہے۔ باقی رہی جبر کی سائنس، تو۔۔۔۔ دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے۔ ہاں البتہ یہ اپنی اپنی قسمت اور ہمت پہ ہے کہ کون نواب کالا باغ اور بھٹو کے دور میں مقتل کو سرخرو کرتا ہے اور کون منصب و جاہ کو!

ایک اور بات جس پر ہم چونکے اور ٹھٹکے،۔۔۔۔۔ ہے وہ بھی سخن گسترانہ! الطاف صاحب رواں ہیں کہ نواب کالا باغ نے ان سے کہا۔

''ایک دفعہ عطا اللہ شاہ بخاری میانوالی تشریف لائے، ان کی جادو بیانی کا یہ اثر ہوا کہ ضلع بھر کے لوگ رات رات بھر بیٹھے ان کے ارشادات سنتے اور سر دھنتے، انہوں نے اعلان کیا کہ وہ نواب کالا باغ کے ظلم اور جبر کے خلاف جہاد کا علم لے کر نکلے ہیں، نواب صاحب کے مخالفین نے شاہ صاحب کو اور چڑھا دیا۔ بے شمار لوگ اس جہاد میں ان کے ساتھ شامل ہوگئے۔ جمعرات کی شام کے جلسے میں انہوں نے اپنے جاں فروشوں کو اطلاع دی ''کل جمعہ کی نماز کے بعد میں سر پر کفن باندھ کر کالا باغ روانہ ہو جاؤں گا، کیا آپ میرے ہمراہ چلیں گے؟'' حاضرین جلسہ نے بیک زبان کہا ''ہاں چلیں گے'' اس اعلان کی گونج نواب کالا باغ کے کان بھی پڑی۔ انہوں نے اپنے ایک معتمد کے ہاتھ عطااللہ شاہ بخاری کی خدمت میں یہ پیغام بھجوایا کہ حضور شاہ صاحب بڑی خوشی سے کالا باغ تشریف لائیے، جو کفن آپ سر پر باندھ کر آئیں گے ہم آپ کو وہی کفن پہنا کر واپس بھیج دیں گے'' نواب صاحب کے قول کے مطابق شاہ صاحب نے پیغام ملنے کے بعد کالا باغ آنے کا ارادہ ترک کر دیا، تو جبر کی سائنس یہ ہے کہ مد مقابل کو پہچانو اور جب اس کے گریبان پر ہاتھ ڈالو تو یہ اطمینان کر لو کہ تمہارے پاؤں زمین پر جمے رہیں، اور وار کرو تو ایسا کہ رقیب روسیاہ جانبر نہ ہو سکے۔ کسی کمزور آدمی پر ہاتھ نہ اٹھاؤ۔''

اب میں کیا عرض کروں، کہ یہاں تو جبر کی سائنس، انتہائے لاغری سے دکھائی بھی نہیں دے رہی۔ دعویٰ، دلیل، روایت اور درایت کی رو سے بلکہ رورعایت سے بھی، اس حکایت کو پایہ ثقاہت تک پہنچانا محال ہے۔ پایہ ثقاہت کہاں، اسے پایہ ثبوت تک بھی نہیں پہنچایا جا سکتا۔ وہ کیوں؟ اس لئے کہ عطاء اللہ شاہ بخاری، ایک دفعہ نہیں، بہت دفعہ میانوالی تشریف لے گئے۔ لیکن یہ کفن والی بات تو کبھی نہیں سنی گئی۔ بالکل بھی نہیں۔ ہاں، شاہ صاحب کے ایک ساتھی تھے مولانا محمد گل شیر! احراری خطیبوں کی کہکشاں میں بہت نمایاں تھے۔ یہی وہ ''مرد حر'' تھا جس نے ۱۹۴۳ء میں نواب کالا باغ کے مظالم کے خلاف عوامی تحریک کا آغاز کیا اور ۱۹۴۴ء کے وسط میں، نواب صاحب کے حسب الارشاد، کفن اوڑھ کر، آسودہ خاک ہو گیا۔ اس اجمال کی کچھ تفصیل عرض کر دینا یوں بھی ضروری ہے کہ آج کی نسل تو نواب کالا باغ سے بھی کچھ زیادہ واقف نہیں چہ

جائیکہ اسے مولانا گل شیر اور عطاء اللہ شاہ بخاری کے افکار و سوانح سے کچھ علاقہ ہو۔

یہ مولانا گل شیر ضلع اٹک کے ایک گاؤں (ملھووالی) کے رہنے والے تھے۔ شمالی پنجاب میں اٹک، کیمبل پور، میانوالی، سرگودھا، خوشاب، جہلم وغیرہ کے علاقوں میں یہی ایک آواز تھی جو جاگیرداروں، وڈیروں، ٹوڈوں، کاسہ لیسوں اور فرنگیوں کے لئے، ۱۹۲۸ء سے سوہان روح بن گئی تھی۔ خوف، مولانا کی چمڑی میں نہیں تھا۔ مستزاد یہ کہ غضب کے خوش بیان، خوش الحان اور خوش شکل بھی! یہ واقعہ ہے کہ خلقت ان کی دیوانی تھی۔ پروفیسر مرزا محمد منور کے الفاظ ہیں کہ

"میں مولانا گل شیر کو عطاء اللہ شاہ بخاری سے برتر مقرر جانتا ہوں۔ ان کے بیان میں جو سوز اور درد موجود تھا، کسی بھی دوسرے مقرر میں آج تک محسوس نہیں کیا۔"

خود، سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے الفاظ تھے کہ "مجھے آج تک کوئی دوسرا شخص ایسا نہیں مل سکا، جس کی تلاوت اتنی موثر اور کیف آور ہو"۔۔۔۔۔۔ خود ہی خیال فرمائیے کہ ایسے شخص کی "خطرناکی" میں نواب کالاباغ کو کیونکر شک ہو سکتا تھا۔ یہی مولانا گل شیر، ۱۹۳۹ء میں جب مجلس احرار اسلام میں شامل ہوئے تو ٹوانے، نون، خوانین، ملک، سادات اور پیر صاحبان اب ٹھیک ٹھیک انکی زد میں آنے لگے یا دوسرے لفظوں میں مولانا کی Range بہت کچھ بڑھ گئی تھی۔ قصہ مختصر، یہ کہ اکتوبر ۱۹۴۳ء میں مجلس احرار نے مولانا کی سرکردگی میں کالاباغ میں تحریک چلانے کا اعلان کر دیا۔ سردار خضر حیات، وزیر اعظم پنجاب، کچھ سپر انداز بھی ہوئے۔ وہ اٹک چل کر آئے۔ لیکن نواب کالاباغ کے جبر و استبداد نے سپر انداز ہونا نہیں سیکھا تھا۔ لہذا ۲۳ مئی ۱۹۴۴ء کو، مولانا محمد گل شیر کو، ان کے اپنے گھر میں، سوتے میں گولی ماردی گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اب آپ اسے جبر کی سائنس کہہ لیں۔ Tyrany (استبداد) کہہ لیں، Despotism (مطلق العنانی) کہہ لیں، Autocracy (خود سری) کہہ لیں، یا Oppression (تعدی) کہہ لیں۔۔۔۔ الفاظ بدلنے سے حقیقت کبھی نہیں بدلی۔ کہیں نہیں بدلی۔

ان سطور کا راقم، اعتراف کرتا ہے کہ وہ الطاف گوہر صاحب کے علم، تجربے، مشاہدے اور تجزیے کو چیلنج کرنے کی پوزیشن میں نہیں۔ اسے یہ سودا بھی نہیں اور لپکا بھی نہیں! کہ وہ ایک فہمیدہ و جہاندیدہ (Veteran) شخص ہیں۔ ہفت زبان (Polyglot) ہیں۔ خوبیوں کا ایک جہان ہیں۔ لیکن ان سے اتنی بات کہنے کی اجازت ضرور، مجھے ملنی چاہیئے کہ اگر جبر کی سائنس Exist کرتی ہے تو یقین جانیے کہ پھر صبر کی سائنس بھی یہاں Exist کرتی ہے۔ اگر نواب کالاباغ کی زندگی جبر کی سائنس سے عبارت ہے تو ان کی موت، صبر کی سائنس سے! الطاف صاحب خود لکھتے ہیں۔

"مجھے انوار کی وہ صبح کبھی نہیں بھولتی جب صدر صاحب نے مجھے طلب کیا اور بتایا کہ نواب کالاباغ کو ان کی خواب گاہ میں قتل کر دیا گیا ہے، شبہ یہ تھا کہ ان کے چھوٹے بیٹے نے کسی اختلاف کی بنا پر باپ کے سر میں پستول کی گولی پیوست کر دی، نواب صاحب نے ایوب خان سے اپنی آخری ملاقات میں ایک ہی گزارش کی تھی اور وہ یہ کہ اگر ان کا چھوٹا بیٹا کسی مشکل میں مبتلا ہو جائے تو اس کی مدد کی جائے۔"

الطاف صاحب! کہنے والے تو کہتے ہیں کہ صبر کی سائنس کا جادو، نواب کالا باغ کے صاحبزادے کے سر پر بھی چڑھ کر بولا۔ وہی ایک گولی، وہی غیر طبعی موت، وہی اجیرن زندگی۔۔۔ ان کے گھر میں، یہ تسلسل تو آج بھی قائم ہے۔ اور امیر عبداللہ روکڑی کے محتاط پیرائے میں لکھے گئے الفاظ، اب بھی میرے سامنے ہیں کہ ------- **"عام طور پر ایسا مشہور ہے کہ دو سو کے لگ بھگ قتل، نواب آف کالا باغ کے ذمے تھے"۔ سابق آئی جی پنجاب، راؤ عبدالرشید کی گواہی بھی تو ریکارڈ پر ہے کہ---- "یہ ان کی سرشت میں شامل تھا کہ شریف آدمی، خاص طور سے خوددار آدمی کی پگڑی اچھالی جائے"!**

وہ ایک صاحب، اور ہوا کرتے تھے۔---- جناب سکندر مرزا---- "ان کو بھی اپنے خدا ہونے کا اتنا ہی یقین تھا"! اپنے نواب صاحب، نواب ہی تو تھے، یا پھر مغربی پاکستان کے گورنر ہو گئے۔ جبکہ سکندر مرزا صاحب تو گورنر جنرل اور صدر مملکت بھی ہوئے۔ ان کی تب و تاب جابرانہ کا کیا کہنا۔ چودھری محمد علی، حسین شہید سہروردی، آئی آئی چندریگر، ملک فیروز خان،---- یہ سب وزرائے اعظم انہوں نے یکے بعد دیگرے یوں بھگتائے اور چلتے کیے کہ ------ کوئی یہاں گرا کوئی وہاں گرا۔ ان کے مزاج کی رنگینی اور دماغ کی سنگینی کی داستانیں، الطاف گوہر صاحب کے علم میں بھی یقیناً ہوں گی۔ بہر حال میں یہاں شورش کاشمیری کی ایک روایت نقل کرتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں۔

"شیخ حسام الدین، حسین شہید سہروردی کے ساتھ عوامی لیگ میں شامل ہو گئے۔ ایک دن سہروردی صاحب نے ان سے کہا---- شیخ صاحب! سکندر مرزا (صدر مملکت) کو مجلس احرار کے بارے میں غلط فہمی ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ اس کا ذہن صاف ہو جائے لیکن آپ کی اس سے ملاقات مفید ہو گی۔ غرض شیخ صاحب اور ماسٹر تاج الدین انصاری، اسکندر مرزا سے ملاقات کیلئے گورنمنٹ ہاؤس لاہور، میں گئے۔ اسکندر مرزا، اپنے صدارتی جاہ و جلال کے ساتھ برآمد ہوا اور شاہانہ بے نیازی کے ساتھ فروکش ہو گیا۔ ڈاکٹر خان صاحب، صوبہ کے وزیر اعلی، ہمراہ تھے۔ سہروردی نے مرزا سے کہا "دونوں احرار رہنما، شیخ صاحب اور ماسٹر جی، آئے ہیں۔" مرزا نے حقارت سے جواب دیا "احرار؟ پاکستان کے غدار ہیں۔"

ماسٹر جی، ٹھنڈی طبیعت کے مالک، کہنے لگے۔ غدار ہیں تو پھانسی پر کھنچوا دیجئے، لیکن الزام کا ثبوت ہونا چاہیئے۔ اسکندر مرزا نے اسی رعونت سے جواب دیا۔

"بس میں نے کہہ دیا ہے کہ احرار غدار ہیں۔"

ماسٹر جی نے تحمل کا رشتہ نہ چھوڑا لیکن مرزا نے سرکش گھوڑے کی طرح پٹھے پر ہاتھ ہی نہ دھرنے دیا------ وہی ژاژ خائی!

شیخ صاحب نے غصہ میں کروٹ لی۔ مرزا سے پوچھا، کیا کہا آپ نے؟

میں نے؟

جی ہاں!

"احرار، پاکستان کے غدار ہیں"۔ مرزا نے مٹھی بھینچتے ہوئے کہا۔

شیخ صاحب کہاں رکتے۔ گورنمنٹ ہاؤس، گورنر موجود، وزیر اعلیٰ موجود، وزیر اعظم موجود، صدر مملکت کی بارگاہ! فوراً جواب دیا۔۔۔۔۔۔۔ "احرار، غدار ہیں کہ نہیں۔ اس کا فیصلہ ابھی تاریخ کرے گی۔ تمہارا فیصلہ تاریخ کر چکی ہے کہ تم غدار ابن غدار ہو۔ تمہارے جدامجد میر جعفر نے سراج الدولہ سے غداری کی تھی۔ تم اسلام کے غدار ہو"۔ ڈاکٹر خان نے شیخ صاحب کو آغوش میں لے لیا اور اسکندر مرزا سے پشتو میں کہا۔ "میں نے تمہیں پہلے کہا تھا کہ ان لوگوں کے ساتھ شریفانہ لہجہ میں بولنا۔ یہ بڑے بے ڈھب لوگ ہیں۔" ظاہر ہے کہ بلی، ایک ہی جھٹکے میں سپر انداز ہو جاتی ہے۔ یکایک اس کا لب ولہجہ ہی بدل گیا۔"

مجھے اس روایت پر کوئی تبصرہ نہیں کرنا اور نہ کوئی حاشیہ چڑھانا ہے۔ عیاں راچہ بیان؟ لیکن ایک روایت اور ملاحظہ کیجئے۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالغنی فاروق لکھتے ہیں (ذکر سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا چل رہا ہے)۔۔۔۔۔۔۔ "یہ منظر مئی ۱۹۵۸ کا ہے۔۔۔۔ یہی فقیر منش انسان (عطاء اللہ شاہ بخاری) ملتان کے ایک کچے مکان میں مقیم ہے۔ بڑھاپا بھی ہے اور افلاس بھی۔ اس عالم میں صدر پاکستان جنرل سکندر مرزا ملتان آتے ہیں۔ گیلانیوں کے ہاں دعوت ہے۔ اسکندر مرزا ایک صاحب کو اس فقیر کے پاس بھیجتے ہیں۔ پیش کش یہ ہے کہ تھوڑی دیر کے لئے آ جائیں۔ منہ مانگی خواہش پوری ہو گی۔ مگر یہاں اب بھی وہی جواب ہے۔۔۔۔۔ "میرا اسکندر مرزا کے پاس جانا علم اور فقیری کی توہین ہے۔ سکندر مرزا، میرے جھونپڑے میں آ جائیں تو ان کی بھی عزت ہے اور میری بھی۔ لیکن میں ان کے پاس جا کر اپنی عمر بھر کی کمائی غارت نہیں کرنا چاہتا۔" ایلچی، جس کا نام مظفر علی شمسی ہے، خاموش لوٹ آتا ہے۔"

الطاف گوہر صاحب کہہ سکتے ہیں کہ اسکندر مرزا جبر کی سائنس سے ناآشنا تھے۔ لیکن اسے کیا کیجئے اور اسے کیا کہیے کہ نواب کالاباغ کے جبر کی سائنس تو، نہ نظریاتی ہے اور نہ اطلاقی! خود الطاف صاحب کا بیان ہے کہ

> "کراچی میں لیاری کے علاقہ میں ایک منی انتخاب کا مرحلہ آیا، ایوب خان نے کراچی کے ایک معزز اور صاحب اثر تاجر اور صنعت کار حبیب اللہ خان کو اپنی مسلم لیگ کی طرف سے نامزد کیا اور حزب اختلاف میر غوث بخش بزنجو کو میدان میں لے آئی۔
>
> نواب صاب کو حبیب اللہ خان پر کوئی اعتماد نہ تھا اس لئے کہ وہ "پراچوں" کو حکومت کے قریب نہیں آنے دینا چاہتے تھے انہوں نے اپنے دو وزیروں محمود ہارون اور غفار پاشا کو یہ کام سپرد کیا کہ حبیب اللہ خان کو کامیاب نہ ہونے دیا جائے۔ انتخاب کا نتیجہ نکلا تو ایوب خان کو محسوس ہوا کہ نواب صاحب نے ذاتی مخاصمت کی وجہ سے لیگ کے سرکاری امیدوار کو ہروا دیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔، صدر ایوب سبی دربار میں شمولیت کے لئے بلوچستان گئے تو نواب صاحب بھی دربار میں موجود تھے۔ صدر اور گورنر کی کرسیاں ساتھ ساتھ رکھی گئی تھیں مگر نواب صاحب نے اپنی کرسی ذرا پیچھے سر کالی، اس پر ایوب خان نے کہا "نہیں نواب صاحب پیچھے مت ہٹئے" وہ دن بھر ساتھ رہے اور رات کا کھانا بھی اکٹھے کھایا مگر ایوب خان نے ضمنی انتخاب کے بارے میں کوئی بات نہ کی اگلی صبح ناشتے پر نواب صاحب نے خود یہ معاملہ اٹھایا اور کہا کہ لیاری میں سرکاری امیدوار کی شکست کی وجہ ان کے دو وزیروں کی سازش تھی، اور وہ ان کے خلاف تحقیقات کا حکم دینے والے ہیں، ایوب خان نے کہا "نواب صاحب سر بازار گندے کپڑے دھونے سے کیا حاصل، وہ

دونوں وزیر میری رضا سے مقرر ہوئے تھے انہیں فوراً فارغ کر دیجئے میں نے اپنی رضا واپس لے لی" بس اس کے ساتھ ہی ایوب خان اور نواب کالا باغ میں برسوں کا تعلق ختم ہو گیا۔"

اب فرمائیے کہ نواب کالا باغ کی نفسیات، اخلاقیات اور جبر کی سائنس میں جھوٹے وقار، جھوٹی عزت، جھوٹی دوستی، جھوٹی وفاداری اور جھوٹے طنطنے کے سوا، اور بھی کچھ رکھا تھا؟ مجھے معلوم ہے کہ الطاف صاحب بھی نواب صاحب کی راست بازی اور راست گفتاری کے مبلغ و مناد نہیں ہیں اور اوپر کی روایت میں تو

"مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری"!

اصل میں مجھے بھی حیرانی یہ ہوئی ہے کہ عطاء اللہ شاہ بخاری سے متعلق نواب کالا باغ کے بیان کو الطاف صاحب نے یوں پیش فرمایا ہے کہ (معذرت کے ساتھ) گویا اس کی Credibility کا اشتہار ہو گئے ہیں۔ حالاں کہ ان سے بہتر کسے انداز ہو گا کہ یہ، اصولِ روایت کے سراسر منافی ہے۔ پھر، عطاء اللہ شاہ بخاری اور اس کینڈے کے دوسرے لوگوں کے متعلق یہ باور کر لینا کہ وہ حریف اور مدمقابل سے یوں آسانی سے ہار مان گئے ہوں گے "انتہائے سادگی" ہی تو ہے۔ یہ لوگ تو جس مٹی کے بنے ہوئے تھے اس میں ظلم کے مقابلے میں Diplomacy کی بجائے Contumacy کا عنصر پوری طرح (بلکہ بری طرح) غالب و حاوی تھا۔

یہاں سوال یہ نہیں کہ ایسی روایتوں اور حکایتوں کا سامنے آنا کس سطح کے لوگوں کی تسکین کا باعث ہوتا ہے۔ بلکہ سوال یہ ہے کہ اس اشتغال سے گریز و احتراز کس حد تک لازم ہے۔؟ خود الطاف گوہر صاحب کو آج بھی بہت سے نوابانِ سبز باغ، مجیب الرحمٰن کے چھے نکات کا مصنف بتلاتے ہیں۔ اسی طرح ذوالفقار علی بھٹو سے گوہر صاحب کو جو تعزیر و تعذیب پر مبنی تعلق رہا ہے، اس کے Second Phase کے متعلق راؤ عبدالرشید فرماتے ہیں کہ ---------" بھٹو صاحب نے ان کو ایسٹیبلش کیا۔ ان کے بھائی (تجمل حسین) کو سفیر بنا کے بھیجا۔ انکوروٹی پلانٹ کا ٹھیکہ دیا۔ آخر الطاف گوہر نے بھٹو صاحب کے ساتھ سمجھوتہ اصولوں پہ کیا۔" کیا یہ سب کچھ مان لیا جائے؟ اور کیوں نہ مان لیا جائے؟-------- امید ہے گوہر صاحب میرا نکتہ سمجھ گئے ہوں گے۔

شیزان کی تمام مصنوعات کا بائیکاٹ کیجئے!

یاد رکھیئے! ہم مسلمان ہیں اور مرزائی کافر مرتد!
ہم اگر ان کی مصنوعات استعمال کریں گے تو وہ ہمارے سرمائے سے ہمارے خلاف اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے آسانیاں پائیں گے،
فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔ بائیکاٹ یا ______؟

جناب محمد عمر فاروق

نواب کالا باغ کے منظور نظر
جناب الطاف گوھر کی خدمت میں
ایک مکذوبہ روایت کا بے لاگ تجزیہ

جناب الطاف گوہر نے یکم دسمبر ۱۹۹۳ء کے روزنامہ نوائے وقت میں اپنا کالم ''لکھتے رہے جنوں کی حکایت'' نواب کالا باغ مرحوم کے حوالے سے لکھا ہے۔ ان کی یادداشتوں پر مبنی اس کالم میں نواب کالا باغ مرحوم کی ایک روایت نقل کی گئی ہے

''ایک دفعہ عطاء اللہ شاہ بخاری میانوالی تشریف لائے' ان کی جادو بیانی کا یہ اثر ہوا کہ ضلع بھر کے لوگ رات بھر بیٹھے ان کے ارشادات سنتے اور سر دھنتے رہے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ وہ نواب کالا باغ کے ظلم و جبر کے خلاف جہاد کا علم لے کر نکلے ہیں۔ نواب صاحب کے مخالفین نے شاہ صاحب کو اور بھی چڑھا دیا۔ بے شمار لوگ اس جہاد میں ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ جمعرات کی شام کے جلسے میں انہوں نے اپنے جاں فروشوں کو اطلاع دی' کل جمعہ کی نماز کے بعد میں سر پر کفن باندھ کر کالا باغ روانہ ہو جاؤں گا کیا آپ لوگ میرے ساتھ روانہ ہوں گے؟' جلسہ نے بیک زبان کہا ''ہاں چلیں گے'' اس اعلان کی گونج نواب کالا باغ کے کان بھی پڑی انہوں نے اپنے معتمد کے ہاتھ عطاء اللہ شاہ بخاری کی خدمت میں یہ پیغام بھجوایا کہ 'حضور شاہ صاحب! بڑی خوشی سے کالا باغ تشریف لائیے جو کفن آپ سر پر باندھ کر آئیں گے۔ ہم آپ کو وہی کفن پہنا کر واپس بھیج دیں گے'' نواب صاحب کے قول کے مطابق شاہ صاحب نے یہ پیغام ملنے کے بعد کالا باغ آنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ تو جبر کی سائنس یہ ہے کہ مدمقابل کو پہچانو اور جب اس کے گریبان پر ہاتھ ڈالو تو یہ اطمینان کر لو کہ تمہارے پاؤں زمین پر جمے رہیں اور وار کرو تو ایسا کہ رقیب روسیاہ جانبر نہ ہو سکے۔ کسی کمزور آدمی پر ہاتھ نہ اٹھاؤ''

یہ روایت شاید الطاف گوہر صاحب کے زور قلم کا حاصل ہے یا نواب امیر محمد خاں کی افسانہ تراشی' بہر حال حقیقت کچھ بھی ہو اس وضعی روایت پر کلی طور پر اعتماد کرنا تاریخ کو مسخ کرنے کے مترادف ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ مجلس احرار اسلام ایسی بہادر قومی و دینی جماعت کے زعمانے جب بھی کوئی موقف اختیار کیا اور اس پر ہر طرح سے یقین و اطمینان کر لیا تو اس کے بعد صمیم قلب سے ڈٹ گئے۔ پھر کوئی جبر و طاغوت ان کے آہنی عزائم کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ تاریخ کے اوراق اس بات پر شاہد عدل ہیں کہ کشمیر کے ڈوگرہ راج کے مسلمانوں پر مظالم کے خلاف جب مجلس احرار اسلام نے علم جہاد بلند کیا تو پچاس ہزار سے زائد احرار والسیروں نے گرفتاری دی اور بالآخر مہاراجہ

کشمیر کو کشمیری مسلمانوں کو حقوق دینا پڑے اسی طرح کپور تھلہ کی تحریک ہو یا فرخ نگر کے فسادات ' فوجی بھرتی بائیکاٹ مہم ہو یا تحریک تحفظ ختم نبوت ' احرار کے جیالوں نے جماعت مرکزیہ کے حکم پر اپنی جانوں کو داؤ پر لگا دیا ۔ یہی وجہ تھی کہ مجلس احرار اسلام متحدہ ہندوستان کی تمام دینی و سیاسی جماعتوں پر قربانی و ایثار اور عزم و ہمت کے میدان میں بازی لے گئی جس کا اعتراف آج بھی باشعور ' دانشمند اور غیر جانبدار مؤرخین کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے

جس طرح الطاف گوہر صاحب نے اپنی روایت کے سہارے بانی احرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے اجلے دامن کو داغدار ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ان کی یہ مذموم سعی دراصل جماعت احرار کے شاندار تاریخی کردار کو مجروح کرنے کے ناپاک پروگرام کا ایک حصہ معلوم ہوتی ہے

میں حیران ہوں کہ ادیب احرار آغا شورش کاشمیری جب تک زندہ رہے الطاف گوہر ایسے بزعم خویش دانشور اور بے علم سیاسی تجزیہ نگار کیوں منہ میں گھنگھنیاں ڈالے بیٹھے رہے ۔ شورش مرحوم نے جناب الطاف گوہر کے بعض " روشن اعمال " کو جب " چٹان " میں موضوع بنایا تھا تو گوہر صاحب کا بے لگام قلم اس وقت حرکت میں کیوں نہ آیا ۔ ان کی رحلت کے بعد شاید وہ یہ سوچ کر کہ اب جواب دینے والا کوئی نہ رہا لہٰذا جو منہ میں آئے کہہ دیا جائے یا قلم سے قرطاس پر منتقل کر دیا جائے ۔ لیکن یہ محض ان کی خوش فہمی اور خام خیالی ہے ۔

مجلس احرار میں یوم تاسیس سے لیکر آج تک تاریخی حقائق پر نظر رکھنے اور انہیں قلم کے ذریعے عوام الناس تک پہنچانے والے باشعور اور صاحب نظر لوگوں کی کبھی کمی نہیں رہی ۔ چودھری افضل حق سے لیکر جانباز مرزا تک ایسے ہر رہنما اور کارکن نے علم و ادب اور دین و سیاست میں وہ قلمی جواہر ریزے بکھیرے کہ جن کی چمک و دمک آج بھی نام نہاد محققین اور کور بصر لکھاریوں کی آنکھوں کو چکاچوند کر رہی ہے

دوسری بات یہ ہے کہ الطاف گوہر صاحب نے جس روایت کو پیش کیا ہے وہ خود پکار پکار کر اپنی حقیقت آشکارا کر رہی ہے اولاً " سید عطاء اللہ شاہ بخاری قیام پاکستان سے قبل غالباً دو تین دفعہ ہی ضلع میانوالی تشریف لے گئے اور تقسیم ہند کے بعد بھی اتنی ہی بار ۔

ثانیاً " شاہ جی نے اپنی تقاریر میں میانوالی کے قوانین اور وڈیرہ شاہی کو اپنی آتش نوائیوں کا موضوع ضرور بنایا لیکن روایت مذکورہ میں یہ اعلان کہ " کل جمعہ کی نماز کے بعد میں سر پر کفن باندھ کر کالا باغ روانہ ہو جاؤں گا " شاہ جی نے کسی بھی جلسہ عام میں نہیں فرمایا آج بھی ان لوگوں کی کثیر تعداد ضلع میانوالی میں بقید حیات ہے جنہوں نے شاہ جی کے تمام جلسوں میں شرکت کی ' مگر انہوں نے بھی مذکورہ روایت کو کذب و افتراء پر مبنی قرار دیا ۔

ثالثاً " یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک ذمہ دار دینی و سیاسی جماعت کا ایک ذمہ دار رہنما کسی پروگرام کا اعلان کرے اور پھر کسی وڈیرے کی دھمکی سے مرعوب ہو کر پروگرام ملتوی کر دے ۔ نواب آف کالا باغ اپنی جگہ ظلم و خونخواری

میں مجسم غیظ و غضب سہی لیکن کالا باغ قصبے کا حدود اربعہ کشمیر کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتا ہے۔ مجلس احرار اسلام ملکی معاملات بالخصوص تحریک فوجی بھرتی بائیکاٹ میں ایسی الجھی کہ وہ کالا باغ کی طرف بحیثیت مجموعی نظر نہ کر سکی وگرنہ کالا باغ کے "ملکوں" کو اپنے جاہ و مرتبے اور خوف و دہشت کا بخوبی اندازہ کرا دیا جاتا۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری ان خوفناک حالات میں بھی اس ضلع میں گئے جن کا تصور کرنا بھی محال ہے شورش کاشمیری نے لکھا ہے۔

> "ضلع میانوالی کی ایک تحصیل (عیسیٰ خیل) میں شاہ جی پہلی مرتبہ تقریر کے لئے گئے تو کسی مسلمان نے اپنے ہاں نہ ٹھہرایا۔ ایک ہندو نے شب بسری کے لئے جگہ دی تو اسے گاؤں چھوڑنے پر مجبور کر دیا گیا۔ ازاں بعد اس کے مکان کو آگ لگا دی گئی" (سوانح سید عطاء اللہ شاہ بخاری ص ۹۸)

وہ حضرات جو برطانوی سامراج کی کمین گاہوں 'اٹک' سرگودھا' راولپنڈی' جہلم اور میانوالی کے اضلاع کی سیاسی صورت حال پر گہری نظر رکھتے ہیں اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان تمام اضلاع اور بالخصوص میانوالی پر انگریز کے کاسہ لیس جاگیرداروں کی گرفت کتنی مضبوط تھی۔ اس دور میں انگریز کے خلاف کوئی کلمہ نکالنا قابل گردن زدنی تھا چہ جائیکہ اپنے وقت کے برطانوی حکومت کے سب سے بڑے باغی کی عیسیٰ خیل میں تقریر! لیکن شاہ جی جس دل گردے اور شجاعت و تہور کے حامل انسان تھے یہ توقع ان سے ہی کی جاسکتی تھی کہ محض اللہ کے سہارے پر جو فرد تن تنہا صدائے حق بلند کرنے کے لئے یہاں آسکتا ہے اور وہ بھی اس وقت جبکہ یہاں مجلس احرار اسلام کا قیام بھی عمل میں نہ آیا ہو اور شب بسری کے لئے کسی میں ہمت بھی نہ ہو کہ وہ انہیں اپنے مکان میں ٹھہرائے وہ جگرداراور حریت فطرت عظیم رہنما اگر کالا باغ جانے کا عزم کر لیتا' چاہے اس راہ میں کچھ ہو جاتا اسے روکنے کی جرات کس میں تھی؟

شاہ جی کو تحریک کشمیر کے دوران کشمیر میں داخل ہونے سے روکا گیا تو وہ دریائے توی تیر کر کشمیر میں داخل ہوئے۔ تقریریں کیں اور گرفتار ہو گئے۔ قادیان میں داخل ہونے کے تمام راستے بند کئے گئے تو وہ پانچ لاکھ مسلمانوں کا جم غفیر لیکر قادیان میں داخل ہو گئے۔ تین دن تقریر کی اور پھر گرفتار ہو گئے۔ ملتان کے گیلانیوں اور قریشیوں نے شہر میں داخل ہونے سے منع کیا اور تقریر کرنے کی صورت میں جان سے مار دینے کی دھمکی دی مگر شاہ جی نہ صرف ملتان میں داخل ہوئے بلکہ گیلانیوں کے مرکز "پاک گیٹ" میں تقریر کی اور انگریز سامراج کے مذہبی دلالوں کی غداریوں کو موضوع بنایا اور ان کے پرخچے اڑا دیئے۔ اس قسم کی بے شمار مثالیں شاہ جی کی مجاہدانہ زندگی کا روز مرہ تھیں۔

لہٰذا الطاف گوہر کی روایت افتراء اور اتہام محض ہے جو کسی طور حقیقت سے میل نہیں کھاتی بالفرض اگر اسے تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر یہ حقیقت اپنی جگہ قائم ہے کہ اس روایت کا راوی ایک فرد ہے جو روایت کا سامع ہے' واقعہ کا عینی شاہد نہیں۔ جبکہ اس کی تائید میں کوئی قول کسی دیگر فرد کا نہیں ملتا۔ اور سینکڑوں لوگ جو شاہ جی کی تقاریر

کے سامع ہیں ایسی ہر روایت کا انکار کرتے ہیں۔ لہٰذا الطاف گوہر صاحب کی روایت مکذوبہ و مجہول ٹھہرتی ہے نواب کالا باغ زندہ نہیں ورنہ انہیں مخاطب کیا جاتا۔ اگر نواب نے شیخی میں آکر یہ کہہ بھی دیا ہو تو الطاف گوہر صاحب پر لازم تھا کہ وہ اس علاقہ کے کسی واقف حال سے اس کی تصدیق کر لیتے۔ اسلام آباد میں بیسیوں افراد میانوالی کے باسانی مل سکتے ہیں اس طرح ان کے "نظریہ جبری سائنس" کا بھی تجزیہ ہو جاتا۔

"احرار اور کالا باغ"

جہاں تک نواب آف کالا باغ کے خلاف جہاد کرنے کا معاملہ ہے تو الطاف گوہر صاحب کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ضلع میانوالی میں بالعموم اور کالا باغ کے خلاف بالخصوص جہاد کرنے میں مقامی مجلس احرار اسلام کا رول تاریخ کا زریں باب ہے۔ حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے دست راست اور مجلس احرار اسلام ہند پنجاب کے نائب صدر مولانا گل شیر خاں شہید نے نواب آف کالا باغ کے خلاف اس وقت جہاد کا آغاز کیا جب نواب کی پشت پر انگریز کا دست تعاون موجود تھا مگر اس مرد حق آگاہ نے تمام خطرات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے حق و صداقت کی مشعل فروزاں کی۔

جب مولانا گل شیر شہید پہلی دفعہ کالا باغ تشریف لے گئے تو آپ نے اپنی پہلی تقریر میں ہی جاگیرداری اور سرمایہ داری نظام کو موضوع بنایا اور نواب کالا باغ کے ظالمانہ ہتھکنڈوں کی مذمت کی نتیجتاً" آپ کو دعوت دینے والے حضرات غائب ہو گئے اور آپ کو پیدل ریلوے اسٹیشن تک سفر کرنا پڑا۔ پھر یہ سلسلہ چل نکلا اور آپ کئی مرتبہ کالا باغ تشریف لے گئے یہاں تک کہ آپ نے کالا باغ میں مجلس احرار اسلام کی شاخ قائم کر دی جس کے ناظم ڈاکٹر غلام حیدر اور ان کے بھائی غلام قادر بلوچ سالار مقرر کیے گئے (جو نواب کالا باغ کے ذاتی معالج ڈاکٹر اللہ جوایا کے بیٹے تھے) ڈاکٹر غلام حیدر نواب کے مظالم سے تنگ آکر بعد میں کراچی ہجرت کر گئے اور وہیں انتقال ہوا کالا باغ میں مجلس احرار کا قیام رئیس کالا باغ کی امارت کو کھلا چیلنج تھا۔ یہاں تک کہ کالا باغ کا تحصیلدار احرار کارکنوں سے کہہ اٹھا کہ "میرا حکم ہے۔ تمہیں احرار چھوڑنا پڑے گی"

لیکن احرار سرفروشوں نے نواب کے غرور و تکبر کو پاؤں تلے روندنے کی جسارت کر ڈالی، ظلم کی چکی میں پس گئے مگر احرار کا دامن نہ چھوڑا۔ اکتوبر ۱۹۴۳ء میں باقاعدہ تحریک کالا باغ کا آغاز کر دیا گیا جس کی تفصیلات انگریز گورنر پنجاب کی گورنر جنرل ہند کے نام خط و کتابت 7-23-page-246ر,s,pej,ر1-fileNo انڈیا آفس لائبریری لندن میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

عوام نے احرار کی تحریک پر نواب کے عائد کردہ ظالمانہ ٹیکس دینے بند کر دیئے جس کے نتیجے میں احرار کارکنوں اور نواب کے کارندوں میں ٹکر ہو گئی کئی رضا کار غنڈوں کے ہاتھوں سخت مجروح ہوئے اور بالآخر انہیں کالا باغ سے ہجرت کرنا پڑی۔

۲۹ اکتوبر ۱۹۴۳ء کو آل انڈیا مجلس احرار اسلام کے حکم پر پنجاب اور سرحد میں "یوم کالا باغ" منایا گیا۔ حکومت نے دونوں صوبوں میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی اور احرار رہنماؤں کو گرفتار کر لیا۔
۲۸ نومبر ۱۹۴۳ء کو احرار پارک لاہور میں "کالا باغ مہاجرین کانفرنس" ہوئی جس میں تحریک کی دیکھ بھال مولانا مظہر علی اظہر کو سونپی گئی۔ اور انہوں نے مولانا غلام غوث ہزاروی کو ایک سو رضا کاروں کے ہمراہ کالا باغ بھیج دیا۔ تین سو رضا کار میانوالی سے مولانا کے ہمراہ کالا باغ میں پہنچے تو پولیس نے کارکنوں سے زبردستی کلہاڑیاں چھین کر انہیں نہتا کر دیا کارکن ایک مسجد میں جمع ہوئے تو پانی بند کر دیا گیا اور نواب کے پالتوؤں نے مسجد کا مکمل گھیراؤ کر لیا۔ احرار رہنماؤں نے تمام صورتحال دیکھ کر رضا کاروں کو مزاحمت کرنے سے روک دیا کیونکہ انہیں ہتھیاروں سے پہلے ہی نہتا کر دیا گیا تھا۔

مولانا غلام غوث ہزاروی حالات کا تفصیلی مشاہدہ کرنے کے بعد لاہور تشریف لے گئے مولانا گل شیر خاں شہید اگرچہ پابندی کی وجہ سے کالا باغ نہ آسکے لیکن باہر سے رضا کاروں کو کالا باغ بھیجنے میں مصروف رہے (مولانا پر تحریک کے آغاز میں ہی ضلع میانوالی میں داخلے پر پابندی عائد کر دی گئی تھی)

مرکزی مجلس عاملہ احرار، تحریک کالا باغ کے بارے میں ابھی کسی فیصلے پر نہ پہنچی تھی کہ ڈپٹی کمشنر نے ضلع میانوالی میں احرار کے تمام اجتماعات اور جلوسوں پر غیر معینہ مدت کے لئے پابندی عائد کر دی۔ احرار سرگرمیاں پابندیوں کے باوجود کسی نہ کسی طور جاری رہیں جن کی وجہ سے نواب آف کالا باغ نے اپنی امارت کے لئے خطرہ محسوس کیا۔ چونکہ اس تحریک میں مرکزی کردار مولانا گل شیر خاں کا تھا اور وہ نواب آف کالا باغ کے خلاف کالا باغ کے مظلوم عوام کو بیدار کرنے اور ان میں باغیانہ جذبات ابھارنے میں موثر قوت ثابت ہو رہے تھے اس لئے مولانا کا وجود نواب اور اس کے کارپردازوں کے لئے خطرے کا نشان بن گیا۔

آخر کار نواب امیر محمد خان کے اشارے پر ۲۴ مئی ۱۹۴۴ء کو مولانا گل شیر خاں کو سوتے میں گولی مار کر شہید کر دیا گیا جس کی بڑی وجہ یہ بھی سامنے آئی کہ مولانا گل شیر شہید پر عائد پابندی ان کی شہادت کے دوسرے روز ختم ہو رہی تھی۔ اور وہ کالا باغ میں احرار کانفرنس کے انعقاد کا اعلان کر چکے تھے۔ اس لئے نواب کالا باغ نے متوقع بغاوت کی بو سونگھ لی اور مولانا کو اپنے راستے سے ہٹا دیا۔

مگر افراد کے ختم ہو جانے سے نظریات تو نہیں مٹتے بلکہ جس تحریک کی، جو مخلصانہ انداز میں چلائی جا رہی ہو خون سے آبیاری ہو جائے وہ گوہر مقصود حاصل کر ہی لیتی ہے چاہے اس میں کچھ دیر ہو جائے۔ مولانا کی برپا کردہ تحریک اپنے مقاصد میں کامیاب ہو کر رہی۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے ۲ جون ۱۹۴۴ء کو فیصل آباد میں نواب کالا باغ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ "امیر محمد خاں، تو نے ایک مسلمان حافظ قرآن، اسلام کے مبلغ اور میرے رفیق

مولانا گل شیر خاں کو اپنے راستے کا کانٹا سمجھ کر قتل تو کروادیا لیکن یاد رکھنا تیری قبر بھی تجھے پناہ نہیں دے گی"

شاہ جی کی یہ پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور نواب کالا باغ اپنے بیٹے کے ہاتھوں قتل ہو گیا اور اس کی لاش کو دریائے سندھ میں بہا دیا گیا۔ بے شک اللہ ہی زبردست انتقام لینے والا ہے۔

جناب الطاف گوہر نے بھی دبے لفظوں میں اقرار کیا کہ "شبہ یہ تھا کہ ان کے (نواب کالا باغ کے) چھوٹے بیٹے نے کسی اختلاف کی بنا پر باپ کے سر میں گولی پیوست کر دی" (روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی یکم دسمبر ۱۹۹۳ء) مولانا گل شیر خان کی شہادت پر تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال کے قصبہ لاوہ میں ۹ جولائی ۱۹۴۴ء کو عظیم الشان "یوم گل شیر" منایا گیا چونکہ میانوالی میں احرار اجتماعات پر پابندی تھی اس لئے میانوالی اور اٹک (اب چکوال) کے اضلاع کی مشترکہ حدود پر یہ جلسہ منعقد ہوا۔ مولانا سید عطا اللہ شاہ بخاری نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا

"گل شیر خان کا قتل معمولی قتل نہیں کہ نتیجہ نہیں نکلے گا۔ گل شیر خاں کا خون رنگ لا کر رہے گا پھر تمہاری نوابی اور سرداری بھی تمہارا تحفظ نہیں کر سکے گی۔ گل شیر نے انگریز کو غاصب اور تم جاگیرداروں کو وطن کا غدار کہا اور تمہارے کرتوتوں کا پردہ چاک کیا۔۔۔ لو سنو! آج اسی مقام پر جہاں کل تمہیں گل شیر نے للکارا تھا اور تمہیں قوم و ملک کا بے وفا اور نمک حرام قرار دیا تھا بخاری بھی تمہیں اور تمہارے فرنگی آقاؤں کو ڈنکے کی چوٹ پر غاصب، لٹیرا، غدار، ٹوڈی، دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن اور امت محمدیہ علیہ الصلوۃ والسلام کا باغی کہتا ہے۔ تم نے جو تعزیر مجھ پر جاری کرنی ہے ابھی کر لو سید حاضر ہے۔۔۔۔۔۔۔۔! (مولانا محمد گل شیر شہید سوانح و خدمات ص ۲۵۹)

الغرض احرار رہنماؤں کی تقاریر نے اس علاقے میں آگ لگادی۔ عوام الناس کے نیم خفتہ جذبات بھڑک اٹھے اور کالا باغ کے خلاف تحریک نے نئی راہیں تلاش کر لیں۔ اگرچہ مولانا گل شیر شہید اس جہان فانی میں نہ رہے لیکن ان کی سلگائی ہوئی چنگاری شعلہ جوالہ بن گئی ان کی جاری کردہ تحریک اسی انقلاب کی خشت اول تھی جس کے مقابل کالا باغ کے رئیس نہ ٹھہر سکے۔ اس تحریک کے اثرات ماضی کی نسبت آج واضح طور پر محسوس کیے جا سکتے ہیں۔ کالا باغ کے رئیسوں کو جس طاقت پر گھمنڈ تھا عوام نے اسے اپنے پاؤں کے نیچے مسل ڈالا جس کے ذمہ دار خود رؤسا تھے بقول جانباز مرحوم

"کالا باغ کے رئیسوں نے خدا کی زمین پر خدا کے بندوں سے ناانصافیاں کیں۔ مکافات عمل کا وقت آیا تو جھونپڑوں کی آگ سے نہیں بلکہ محلات کی اپنی آگ سے وہ سارا کچھ جل کر راکھ ہو گیا جس کے مان پر حاکمانہ غرور رقص کرتا تھا۔ قدرت ڈھیل تو دیتی ہے لیکن معاف نہیں کرتی"

آج کالا باغ کے صاحبزادگان نشان عبرت ہیں اور وہی کالا باغ کا قصبہ جہاں کسی کو دم مارنے کی اجازت نہیں تھی

وہاں کالاباغ کے رئیس قدم نہیں رکھ سکتے۔ فاعتبرو یا اولی الابصار!

تاریخ کے یہ ابواب اس لئے دھراناپڑے کہ الطاف گوہر صاحب ایسے ابن الوقت لکھاریوں کی طرف سے تاریخ کے تابناک چہرے پر پھیلائے گئے گردوغبار کو صاف کیا جائے اور حقائق کی نقاب کشائی کی جائے۔

مجلس احرار اسلام کے تمام قائدین اور کارکنان نے ۱۹۲۹ء میں جس موقف کو اختیار کیا تھا بحمد اللہ آج بھی احرار اسی کو مد نظر رکھ کر آگے بڑھ رہے ہیں۔ کبھی ان کے پائے استقامت لرزش ولغزش سے آشنا نہیں ہوئے۔ جو فرد گروہ یا جماعت ان درویش منش قائدین احرار کے بے داغ وجود پر انگشت نمائی کرتا ہے اور اپنی بے رحم اور متعصب تنقید کا نشانہ بناتا ہے وہ تاریخ سے نابلد، ضمیر سے ناآشنا اور قلم کا سوداگر ہے۔ تاریخ نے ایسے کورچشموں سے ہمیشہ اغماض برتا ہے۔ وقتی شہرت، مالی مفادات اور ارباب اقتدار کی نظر کرم کے طلب گار قلمکار جب اپنی غیرت کو بیچ چوراہے میں نیلام کرچکتے ہیں تو ان کے اذہان وقلوب کی کثافت اور عفونت قلم کی ابکائیوں کی صورت میں غلیظ اور متعفن جراثیم پھیلانے کا باعث بن جاتی ہے جس کے ترجمان عاشق حسین بٹالوی میاں محمد شفیع (م۔ ش) حمید نظامی عبداللطیف سیمی اور الطاف گوہر ٹھہرتے ہیں۔ ضمیر کی سچائی ہی وہ قوت ہے جس کے ذریعے اظہار میں بے باکی، کردار میں نکھار اور قلم میں وقار پیدا ہوتا ہے اور حقائق کے سامنے آنے میں کسی قسم کی مصلحت، حالات کے تقاضے اور شخصیت پرستی کے پرفریب نظریے حائل نہیں ہوسکتے۔ دارورسن کی آزمائش اور کسی کا رعب ورعونت بھی حق گوئی وحق پژوہی سے باز نہیں رکھ سکتے اسی کا نام مجلس احرار ہے۔ جس کا ماضی وحال مذکورہ صفات کا حامل ہے

کتابیات

(۱) کاروان احرار، جانباز مرزا (۲) مولانا گل شیر شہید، سوانح وخدمات، محمد عمر فاروق (۳) سید عطاء اللہ شاہ بخاری، شورش کاشمیری

تحریک آزادی کے نامور رہنما اور صاحب طرز ادیب مفکر احرار چودھری افضل حق کی خودنوشت سوانح

میرا افسانہ

قیمت ۱۱۰/= روپے

رعائتی قیمت ۶۰/= روپے
ڈاک خرچ ۱۰/= روپے

چالیس برس بعد دوبارہ شائع ہوگئی ہے!

میرا افسانہ — ایک عہد اور ایک زمانے کی سوانح — آزادی کے مجاہدوں کا تذکرہ

کمپیوٹر کتابت — اعلیٰ طباعت — خوبصورت جلد — صفحات ۲۰۸ قیمت ۱۱۰ روپے

پروفیسرتاشبر وجدان

تجزیہ

جمہوریت کے مقتل کی لاشوں کے نام

رفتی بہ بزم غیر نکونامئی تو رفت
ناموسِ صد قبیلہ زیک خامیٔ تو رفت
اکنوں اگر فرشتہ نکو گویدت چہ سرد
در شہر صد حکایت بدنامیٔ تو رفت

ترجمہ: (تو اپنا موقف چھوڑ کر) بزم دشمناں میں جا ملا اور یوں تیری ساری نیک نامی ختم ہو کر رہ گئی۔ سو قبائل کی عزت و ناموس تیری صرف ایک غلطی کے باعث لٹ گئی۔ اب اگر آسمان سے فرشتہ بھی آکر تجھے نیک قرار دے تو کیا حاصل کہ شہر بھر میں تری ذلت و رسوائی کی سینکڑوں کہانیاں پھیل چکی ہیں (جن کا اب تیرے پاس کوئی مداوا نہیں)۔

مغربی جمہوریت کی ناز پیشہ دیوی کی ناز برداری اور رضا جوئی کے لئے گذشتہ دنوں ارضِ وطن کی سٹیج پر انتخابات کا جو ملک گیر ناٹک رچایا گیا اس کے منطقی نتائج دراصل وہ نہیں جن کا اعلان ملکی ذرائع ابلاغ نے مختلف سیاسی امیدواروں (یا سٹیج کی نسبت سے مختلف سیاسی اداکاروں) کی ہار جیت کی صورت میں کیا بلکہ اس کے حقیقی نتائج وہ ہوں گے جو مستقبل کے شام و سحر کی کسی سازگار کروٹ کے ساتھ منظر عام پر آئیں گے اور جو قطعی اور آخری تعین کے ساتھ یہ بتائیں گے کہ جمہوری انتخابات کے اس قمار خانۂ زیاں میں کون کیا ہارا۔ اہل ایمان نے اپنی عزتِ ایمانی کا گنج گرانمایہ اتنی ارزانی اور بے ضمیری کے ساتھ کیوں لٹا دیا اور خدا پرستوں کے وہ سر، جن کے سجدوں نے حرم کعبہ کو آباد کیا تھا وہ مغربی جمہوریت کے سومنات میں اتنی تعظیم و عقیدت کے ساتھ کیوں جھک گئے۔

سچ پوچھیں تو انتخابات کا یہ عبرتناک، چشم کشا اور حوصلہ شکن منظر دراصل ایک مقتل ہے جس میں علماء دینِ محمد ﷺ کی لاشیں بے گور و کفن پڑی دکھائی دیتی ہیں۔ قاضی حسین احمد، مولانا فضل الرحمن، مولانا سمیع الحق، مولانا نورانی اور کئی چھوٹے بڑے عالم اور علماء جمہوری انتخابات کی اس شکارگاہ میں آکر صید زبوں ثابت ہوئے اور ہمیشہ کے لئے فنا کے گھاٹ اتر گئے جن کی شکست خوردہ اور مردہ شخصیتوں کو دیکھ کر بھی لوگوں نے پھٹکاریں ہی بھیجیں۔ ہمدردی اور دلجوئی کا ایک آنسو بھی نہ بہایا۔

علماء کرام! صبح ازل طے پانے والے پیمان وفا یعنی پیمان الست کے سب سے بڑے امین اور محافظ آپ تھے۔ انبیاء کے عقیدہ و عمل کی عظمتوں اور فضیلتوں اور ان کی روحانی زندگی کی روایات حسنہ کے عظیم وارث آپ تھے (العلماء ورثتہ الانبیاء)۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے قرآن کریم اور ان کی سنت عظیمہ کے اتنے بڑے عارف و عالم کہ جن کا مقام انبیاء بنی اسرائیل کے برابر مانا گیا آپ تھے (علماء امتی کانبیاء

بنی اسرائیل)۔ اسلامی علوم و معارف اور عقائد و افکار کی عہد بہ عہد منتقل ہونے والی گرانقدر میراث کے مالک اور اجارہ دار اور اس میراث غیر فانی کے مفسر و مبلّغ آپ اور اس کے ذریعے اولادِ آدم کا تزکیۂ نفس کرنے والے معلّم اور مزکی آپ تھے............... یہ تھی آپ کی ہستی کی مثالی (IDEAL) حیثیت اور اس کا تعین اور اب دیکھیئے آپ کے گرامی قدر وجود کی واقعاتی (REAL) حیثیت کیا ہے؟ علماء کرام! اسلام کا سیاسی نقطۂ نظر جس کی تجسیم جس کے ترجمان اور جس کے نمائندہ آپ تھے یہ تھا کہ پوری کائنات میں اقتدار اعلیٰ صرف اللہ کو حاصل ہے۔ حکمران مطلق وہ ہے باقی سب بتانِ آذری ہیں۔ اسلام کے شورائی اور انتخابی نظام کے ذریعے خلافت تشکیل دینا اور خلیفتہ اللہ فی الارض کے ذریعے کرۂ ارض کے پورے تمدن اور پوری معاشرت کو اجتماعی عدل و توسط دے کر اسے امن و خوشحالی کا دائمی گہوارہ بنادینا یہ تھا آپ کا نصب العین۔ علماء کرام! آپ کی تیرہ نصیبی کہ آپ نے اسلام کے اس سیاسی نقطۂ نظر اور لائحہ عمل کی دھجیاں اڑادیں۔ انتخابات میں آپ نے اپنے سیاسی اور دینی نظام کی موجودگی میں، مغربی جمہوریت کے لادینی نظام سے اپنا قلبی ناطہ جوڑا اور اسے اپنے ایمان کا حصّہ بنا لیا۔ اور اسطرح آپ شرک کے مرتکب ہوئے۔ آپ کا تو ایک ہی نصب العین ہونا چاہیے تھا اور دن رات ایک ہی دھن آپ کے سر پر سوار رہنی چاہیئے تھی وہ یہ کہ ہر وقت ہر جگہ ہر قسم کے حالات میں قرآن و حدیث کے سیاسی نظام کی بالادستی کا اعلان کرتے اور صبح و شام بلا انقطاع لوگوں کو اخلاص اور رضائے الٰہی کی دعوت دیتے رہتے۔ مغرب کے نام نہاد جمہوری نظام کے مقابلے پر جس جمہوری قبا میں بقول اقبال قیصریت کا دیو استبداد چھپا ہوا ہے، اسلامی نظام کا علم پورے استقلال و استقامت کے ساتھ بلند رکھتے۔ جمہوریت کے نظامِ کفر کو ''لا'' کی ضرب فاتحانہ سے توڑتے اور ''الّا'' کے نعرۂ حق سے اپنے نظام کا اثبات کراتے۔ اس کشمکش میں اگر ایک عَلَم بردار حق کٹ جاتا تو دوسرا اس عَلَم کو آگے بڑھ کر تھام لیتا وہ بھی کٹ جاتا تو تیسرا اس عَلَم کو تھام لیتا اور یوں فیض کے لفظوں میں وہ عہد وفا پورا ہوجاتا جس کی حرمت و عزت کی حفاظت کا کام ہر دور میں وفادارانِ حق نے اپنی جانوں پر کھیل کر ہمیشہ سرانجام دیا ہے

قتل گاہوں سے چن کر ہمارے عَلَم — اور نکلیں گے عشاق کے قافلے
جن کی راہِ طلب سے ہمارے قدم — مختصر کر چلے درد کے فاصلے
کر چلے جن کی خاطر جہانگیر ہم — جاں گنوا کر تری دلبری کا بھرم

علماء کرام! یوں بھی ہو سکتا تھا کہ اسلامی تاریخ کی تابناک روایت کے مطابق آپ میں سے ہر دینی جماعت کا امیر جمہوریت کے مقابلے پر، اسلام کے سیاسی نظام کا سبز علم آخر تک اپنے ہاتھوں میں بلند رکھتا، ہاتھ کٹ جاتے تو اپنے لنجے بازوؤں میں اسے تھام لیتا اور جب بازو بھی کٹ جاتے تو اپنے دانتوں میں دبا لیتا حتیٰ کہ جسم پیچھے سے دو ٹکڑے کردیا جاتا۔ یہ ہے جنگ موتہ کی عظیم کہانی۔ یہ ہے آپ کی مستقل مزاجی کی جانبازانہ تاریخ، یہ ہے اسلام کے ان سخت جان، فاقہ کش اور سر باز دیوانوں کی غیر فانی سنتِ عمل جنھیں تاریخ انسانی نے صحابۂ رسول کا نام دیا۔ اور جو جریدۂ علم پر اپنے اٹل دوام کو ثبت کر کے چھوڑ گئے۔ ثبت است بر جریدۂ عالم

علماءِ کرام! اپنے ملک کے جس دستور کے مطابق آپ نے انتخابات میں شرکت کی اس کے تمہیدی حصے (Preamable) میں یہ الفاظ درج ہیں

Whereas the Soverignty of the entire Universe belongs to the Almighty Allah.

ساری کائنات کے اقتدار اعلیٰ کو اللہ قادرِ مطلق سے منسوب کروانے کا یہ عظیم فیصلہ بھی آپ لوگوں کی کوششوں سے ہوا تھا تو پھر آپ نے اللہ کے اقتدار اعلیٰ کے اس تصور کو بوقت انتخاب عمل میں کیوں نہ ڈھالا آپ مغرب کے جمہوری نظام کے تحت منعقد ہونے والے فاسدانہ انتخابی عمل میں شریک ہو کر اس کی صداقت کے گواہ کیوں بنے۔ اسے اپنے عمل سے سچا ہونے کا سرٹیفیکیٹ کیوں عطا کر دیا۔ مغربی جمہوریت میں رائے دہندگان یعنی عوام کو جو اقتدار اعلیٰ کے مالک ہونے کی ایک حیثیت حاصل تھی اسے آپ نے قبول کر لیا۔ علماء کرام یہ بات یاد رکھیں کہ اشتراکی اور سرمایہ دارانہ جمہوریت دونوں کا اصل الاصول یہی ہے کہ رائے دہندگان یعنی عوام تاریخ کی ایک فیصلہ کن دائمی قوت ہیں۔ وہی مختار مطلق ہیں اور وہی اقتدار اعلیٰ کے مالک۔ آپ نے جمہوریت کو تسلیم کر کے اسی دوسرے اقتدار اعلیٰ کے سامنے سر جھکا دیا۔ حد ہو گئی مفاہمت کی، جہاں غیر مشروط مزاحمت کی ضرورت تھی وہاں آپ نے غیر مشروط مصالحت کو اپنا لیا۔ ع..... وہ ناداں گر گئے سجدوں میں جب وقت قیام آیا۔ ذرا دیکھیے یہ کسی عوامی فرد ہی کی مختاریٔ مطلق کا اعلان ہے کہ

وہ خداؤ میری مختار غریبی سے ڈرو
قسمت مزرع و دانہ میری تحویل میں ہے

علماء کرام! مغرب کی جمہوری سیاست نے آپ کے اندر حرص و آز کے آتش کدے دہکا ئے، حُبّ مال اور حُبّ جاہ نے آپ کو اندھا کر دیا۔ قرون وسطیٰ کے زوال زدہ پادریوں کی عیاشی کے لئے بعض اوقات مملکت فرانس کا پورا خزانہ بھی ناکافی ہوتا تھا۔ آپ ان پادریوں سے مختلف سہی لیکن بہت زیادہ مختلف بھی نہیں۔ آپ کے موجودہ سفر کی سمت یہی ہے اور آخری منزل اسی طرف واقع دکھائی دیتی ہے۔ یہ کرولا، لینڈ کروزر اور پجارو گاڑیاں بلاخر اسی منزل کی طرف لے جائیں گی۔ کہاں ہیں آپ کے وہ آباواجداد جو سلطانی اور سکندری کو فقیری اور درویشی میں ڈھونڈا کرتے تھے۔ آپ نے دن رات وزارتوں سفارتوں اور نظر کو خیرہ کر دینے والے پرکشش مفادات کے لئے دوڑ لگا رکھی ہے۔ اور جوشِ مسابقت میں آگے بڑھتے ہوئے برسر اقتدار آنے والی مغربی جمہوریت کی دختر مشرق (جو جمہوریت کا ڈھول پیٹ پیٹ کر ہر غیر جمہوری حربہ آزمائے جارہی ہے) کے قدموں پر اپنے باریش چہرے اور عماموں سے لپٹے ہوئے اپنے بزرگانہ سر رکھ دیئے اور عقیدت سے کہا ''ترے پائے ناز پہ سر جھکا کے بس ایک سجدہ کریں گے ہم''۔ جوش عبادت کے اس تیز بہاؤ میں ندامت کا وہ لمحہ کبھی نہ آیا کہ اپنے جوش جنوں سے صرف اتنا سوال کر لیتے کہ

اے جوش جنوں ان قدموں کی عزت تو بڑھا دی سر رکھ کر
ہم کیسے اب اس ذلت کے احساس سے پائیں چھٹکارا

اسلام کے پیر کنعان کا روز سیاہ دیکھیے کہ اس کی آنکھوں کا نور یعنی اس کا یوسف، زلیخائے جمہوریت کی آنکھ کو روشن کرنے کے کام آیا۔

غنی روز سیاہ پیر کنعاں را تماشا کن
کہ نور دیدہ اش روشن کند چشم زلیخا را

اور دوسری طرف محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے جاں نثار صحابہ کی ارواح مقدسہ پریشان ہو کر آپ سے سوال کرتی رہی ہوں گی کہ

وفا آموختی ازما بکار دیگراں کردی
ربو ذی گوہرے ازما نثار دیگراں کردی

ترجمہ: تو نے وفا ہم سے سیکھی لیکن اس سے فائدہ دشمن کو پہنچایا۔ تابدار موتی ہم سے حاصل کئے لیکن انہیں اغیار کے قدموں میں ڈال دیا........................ علماء کرام افسوس کہ آپ کا دین لادین مغربی جمہوریت کے کام آیا۔

اے انبیاء بنی اسرائیل کے برابر تسلیم کئے جانے والے ظالمو! اے وارثان انبیاء کرام! آپ نے جمہوریت کو فروغ دینے میں واقعی بڑے ایثار سے کام لیا۔ آپ نے جدید ساخت کی انتہائی گراں بہا گاڑیوں کے ذریعے بڑے تیز رفتار سفر کئے، دن رات کی نمازیں چھوڑیں۔ تسبیح و تحلیل کے یومیہ معمولات چھوڑے، ووٹروں سے قرآن کا واسطہ دے کر جھوٹے وعدے کئے اور اپنی دینی جماعتوں سے جو وعدے کئے تھے ان کی دیدہ دلیری سے خلاف ورزیاں کیں۔ اسلامی نظام لانے کے لئے دھمالیں، بھنگڑے، آتش بازی، اشتہار اور ڈرامے بڑی ہی محنت سے استعمال کئے۔ اپنی بڑی بڑی تصویروں کے ذریعے اور اپنی شان میں گائے گئے نغموں اور ترانوں کے ذریعے اپنے شخصی بت تعمیر کروائے۔ اور اس طرح بڑی دین پروری کی۔ ذرا سوچیں کہ یہ انتخابی رذالتیں یہ ضلالتیں آپ کے مقام سے کوئی لگا بھی کھاتی ہیں؟

تو پھر مسئلے کا حل کیا ہے؟ حل یہ ہے کہ ہر مقام پر سیاست جدیدہ کی چکاچوند سے آنکھوں کو بچاؤ تاکہ دل متاثر نہ ہو، حبِّ مال اور حبِّ جاہ سے بچ جاؤ اور سچے نبی اور اسکے صحابہ کی سی فقیری اور درویشی اختیار کرو، اخلاص اور رضائے الٰہی کے لئے دن رات کوشاں رہو۔ قرون وسطیٰ کے پادریوں کے عیش و آرام کو نہ اپناؤ، تہذیب نفس کی منزل تک پہنچو کہ خرابی ساری میرے اور آپ کے اندر ہے، تہذیب بغیر تعذیب کے ممکن نہیں۔ سچے نبی اور صحابہ نے اذیتیں دیکھیں عذاب جھیلے، آپ بھی جھیلیں، اپنی تطہیر، تعزیر کو گلے لگائے بغیر ممکن نہیں۔ مسئلے کا حل مفاہمت نہیں مزاحمت ہے۔ جھوٹ سے کوئی سمجھوتہ نہیں کہ یہ سچ کی توہین ہے۔ عقیدے کے تزلزل اور تلون سے بچو، حق کے قیام کے لئے دائمی استقلال اور استقامت کو اپنے اندر پیدا کر لو، پھر سب کچھ ٹھیک ہے۔ اپنی دینی جماعتوں کو سیکولر جماعتوں کی پیروی نہ سکھاؤ، اپنا الگ تشخص قائم رکھو۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے فدا کار صحابہ نے دینِ حق کے نَو دمیدہ پودے کو زمین کی زیریں سطح میں جمانے اور اسے پروان چڑھانے کے لئے اپنے خون اور ہڈیوں کو کھاد بنا کر مٹی میں اتار دیا۔ اب بھی

۱

اسلامی انقلاب کو بار آور کرنے کا یہی ایک راستہ ہے۔ مسلسل دکھوں، اذیتوں اور مشقتوں سے اٹا ہوا راستہ۔ اب تو اے علماء کرام! ع..... راستے بند ہیں سب کوچۂ قاتل کے سوا۔ اس کی وجہ بڑی واضح ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ کے لئے جو نصب العینی منزل طے کی گئی ہے اس کی طرف جانے والی تمام راہیں سایہ دار درختوں سے قطعاً محروم ہیں

ع..... ہر راہ جو اُدھر کو جاتی ہے مقتل سے گزر کر جاتی ہے

اب ذرا مغرب کے عالمی سطح کے انتہائی سنجیدہ اور عالی دماغ مفکرین کی آراء اُس جمہوریت کے بارے میں پڑھئے جس کے سنگ آستاں پر ہمارے علماء نے اپنی پیشانیاں جھکا دیں.......

اس وقت میرے سامنے مشہور برطانوی ریاضی دان اور فلسفی برٹرینڈرسل کی کتاب "ہسٹری آف ویسٹرن فلاسفی" موجود ہے۔ یہ عالی دماغ فلسفی اور ریاضی دان مغربی جمہوریت کے بانی روسو پر تنقید کا آغاز صفحہ نمبر ٦٦٠ سے کر رہا ہے۔ مغربی جمہوریت کے اس بانی کے بارے میں اس کی رائے کی تلخیص حسب ذیل ہے۔

رسل، روسو کی جمہوریت میں پوشیدہ ننگی آمریت کو واضح کرنے کے لئے لکھتا ہے کہ روسو یورپ میں رومانویت (اعصابی خلل اور جنون و جذباتیت پر مبنی ایک تحریک) کا باپ سمجھا جاتا ہے۔ اس کا سیاسی عقیدہ یہ تھا کہ چیتے بھیڑوں سے زیادہ حسین و جمیل ہیں۔ رسل کا مطلب یہ ہے کہ رومان مزاج روسو دراصل درندگی کی قوت کے پرستاروں میں سے تھا۔

رسل اس کتاب کے صفحہ نمبر ٦٦٠ پر لکھتا ہے کہ روسو کا جمہوری تصور دراصل ایک آمریت ہے جس کا ظاہر جمہوری ہے لیکن باطن میں ہٹلر چھپا ہوا ہے۔

صفحہ نمبر ٦٦٩ پر لکھتا ہے، کہ روسو کی جمہوریت محض ایک زبانی جمع خرچ ہے، اس کے اندر دراصل مسولینی کے اٹلی اور ہٹلر کے جرمنی کا آمرانہ نظام پوشیدہ ہے۔

رسل صفحہ نمبر ٦٧٤ پر صاف صاف لکھتا ہے کہ روس اور جرمنی کے آمرانہ نظام (خصوصاً ثانی الذکر) بڑی حد تک روسو ہی کی جمہوری تعلیم کا نتیجہ ہیں۔

یہاں اس بات کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ فرانس میں روسو اور اس کے رفقائے کار کے لائے ہوئے انقلاب کی دو سو سالہ تقریب جو ۱۹۸۹ میں منعقد ہوئی تھی (انقلاب فرانس ۱۷۸۹ میں رونما ہوا تھا) اس میں محترمہ بے نظیر صاحبہ بھی شریک ہوئی تھیں اور وہ فرانس کی اس جمہوریت کو بہت خراج تحسین پیش کر کے آئی تھیں۔ ان کا یہ لفظی خراج اخباروں میں شائع ہوا تھا۔ آج بھی محترمہ سوشل کنٹریکٹ (معاہدہ عمرانی) اور جنرل وِل (عوامی منشا) وغیرہ کی جو اصطلاح بار بار استعمال کر رہی ہیں تو ان سے روسو کی کتاب سوشل کنٹریکٹ اور اس میں بار بار استعمال ہونے والی اصطلاح جنرل وِل کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ گویا محترمہ کا سفر بھی آہستہ آہستہ جمہوریت کے راستے فرانس کی اسی آمریت کی جانب جاری ہے۔ علمائے کرام ذرا سوچئے آپ نے اسلام کے نفاذ کی امید کس خاتون سے لگا رکھی ہے۔

اب اسی جمہوریت کے بارے میں چند دوسرے مفکرین کی آراء دیکھئے............. لندن یونیورسٹی کے

شعبہ فلسفہ کے پروفیسر جوڈ لکھتے ہیں...... سائنس کی رو سے ہر چیز کی قیمت اس کی کمیت کے لحاظ سے مقرر ہوتی ہے کیفیت کے لحاظ سے نہیں۔ سائنس عام ہوئی تو اسی اصول کو سیاست پر بھی منطبق کر لیا گیا۔ چنانچہ جمہوری طرز حکومت میں فیصلے سروں کی گنتی سے ہونے لگے، ہر سر ایک ووٹ۔ خواہ ایک سر فلسفی کا اور دوسرا گدھے کا کیوں نہ ہو۔ (Decadence Page. 115)

اسی یونیورسٹی کا پروفیسر الفریڈ کوبن جو عوام کو اقتدار اعلیٰ کا سرچشمہ نہیں مانتا جمہوری طرز حکومت پر تنقید کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

مغرب کی تباہی کا ایک بڑا سبب ان کا طرز جمہوریت ہے، ڈیما کریسی کا اصول یہ بتایا جاتا ہے کہ اس میں اقتدار اعلیٰ عوام کو حاصل ہوتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے عامتہ الناس کا منشا (GENERAL WILL) اپنا مستقل وجود رکھتا ہے۔ اس نظریہ کو صحیح تسلیم کرنے کا منطقی نتیجہ آمریت ہے۔ تاریخ شروع سے آخر تک یہی بتاتی ہے۔

(The Crisis of Civilisation, Page 68)

یہی پروفیسر ہمارے علماء جیسے عاشقان جمہوریت کو سمجھاتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

اگر کسی غلط بات کو لاکھ آدمی بھی صحیح کہہ دیں تو وہ صحیح نہیں ہو سکتی۔ جو چیز اخلاقی بنیادوں پر درست ہے وہی صداقت ہے، خواہ اس کی تائید میں ایک ہاتھ بھی نہ اٹھے۔

(The Crisis of Civilisation, Page 76)

فرانس ہی کا ایک عالمی سطح کا ایک فسلفی رینے گینوں (اسلامی نام شیخ عبدالواحد یحییٰ، وفات ۱۹۵۱) لکھتا ہے۔

اگر لفظ جمہوریت کی تعریف یہ ہے کہ لوگ خود اپنی حکومت آپ قائم کریں تو یہ ایک ایسی چیز کا بیان ہے جس کا وجود ناممکنات میں سے ہے۔ جو نہ کبھی پہلے وجود میں آئی اور نہ آج کہیں موجود ہے۔

(The Crisis of the Modern World, Page 106)

فرانس ہی کا ایک بین الاقوامی شہرت کا مفکر میرایو لکھتا ہے۔

جمہوریتیں مطلق العنان بادشاہوں سے بھی زیادہ اپنے جذبات کی غلام ہوتی ہیں۔

امریکہ کی ہارورڈ یونیورسٹی کا پروفیسر اوونگ بیبٹ لکھتا ہے۔

جمہوریت نظری طور پر تو اپنے آپ کو ایک مثالی نظام محسوس کر سکتی ہے لیکن عملی طور پر یہ ایک ناممکن نظریہ ہے۔

* پروفیسر ڈین انج تحریر کرتا ہے:

ایک مکمل جمہوریت بھی اس حد تک جمہوری نہیں ہو سکتی جس حد تک نظریہ جمہوریت اسے جمہوری بناتا ہے۔

ایچ جے نیفکن سارے نظام ہائے حکومت میں سے جمہوریت کو ناکام ترین قرار دیتا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

تمام ناکامیوں میں سب سے بڑی ناکامی خود انسان کی ہے اور وہ ناکامی یہ ہے کہ وہ اپنے لئے آج تک کوئی

یسا نظام وضع نہیں کر سکا جسے دور سے بھی اچھی حکومت کہا جا سکے۔ اس سلسلے میں مختلف اسالیب میں سے سب سے زیادہ ناکام نظام جمہوریت رہا ہے۔ (Treatise on Right and Wrong, Page 23)

۱۹۴۷ میں اقوام متحدہ کی تحقیقاتی کمیٹی نے جمہوری نظام حکومت کی سائنٹیفک چھان بین کا بیڑہ اٹھایا اور اس نے پوری تحقیق کے بعد لکھا کہ دور حاضر میں سب سے زیادہ مہمل لفظ جمہوریت ہے، یہ سمجھنا غلط ہے کہ اکثریت کا فیصلہ غلطی سے پاک ہوتا ہے۔ وہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔

یہ تھا عصر حاضر کا جمہوریت کے بارے میں رد عمل، یہ تھیں یورپ کے عظیم دماغوں کی آرا جو جمہوریت کی ناکامی کو ہماری آنکھوں پر بے نقاب کرتی ہیں۔

اب میں اُن علماء کرام کی خدمت میں جو جمہوریت کے سحر کا شکار ہوئے، اور جو اپنے دین کی اہم سیاسی روایت سے عملاً منکر ہو گئے وہی اشعار پھر پیش کرنا چاہتا ہوں

رفتی بہ بزم غیر نکونامیٔ تو رفت
ناموسِ صد قبیلہ زیک خامیٔ تو رفت
اکنوں اگر فرشتہ نکو گویدت چہ سود
در شہر صد حکایت بدنامیٔ تو رفت

کتابیات

۱۔ قرآن کریم .... سچے نبی کے توسط سے پہنچا ہوا اللہ کا انعام لازوال

۲۔ ہسٹری آف ویسٹرن فلاسفی .... برٹرینڈ رسل

۳۔ انسان نے کیا سوچا .... غلام احمد پرویز

۴۔ روح عصر .... علی عباس جلالپوری

۵۔ روایتیں .... سراج منیر مرحوم

۶۔ کلیات اقبال اردو .... اقبال

۷۔ دعوت عمل (مضمون) .... عزیز محترم سید عطاء المحسن بخاری

۸۔ دینی جماعتوں کا منفی کردار (مضمون) .... حافظ صلاح الدین یوسف

فدائے احرار، عظیم مجاہد آزادی
مولانا محمد گل شیر شہید
مؤلف: محمد عمر فاروق ؛ قیمت /۱۵۰ روپے

صاحب طرز ادیب، مفکر احرار
چودھری افضل حق رحمہ اللہ کی
نایاب اور اہم کتاب "شعور"
قیمت — ۳۵ روپے

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی

عن ابن شوذب قال: قال معاویہ

أَنَا أَوَّلُ الْمُلُوكِ وَآخِرُ خَلِيفَةٍ -

(البدایہ ص ۱۳۵ ج ۸)

ابن شوذب سے روایت ہے کہتے ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا -

میں پہلا بادشاہ ہوں اور آخری خلیفہ ہوں۔

سید نا عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی

لَا تَذْكُرُوا مُعَاوِيَةَ إِلَّا بِخَيْرٍ

(البدایہ ص ۱۲۲ ج ۸)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

معاویہ رضی اللہ عنہ تذکرہ بجز بھلائی کے نہ کرو

(یعنی بھلائی سے تذکرہ کرو برائی بیان نہ کرو)

سید عطاء المحسن بخاری

فضائل امیر المؤمنین، خلیفہ راشد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ

اقوال سید المرسلین وخاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ یبعث اللہ معوية يوم القيمة وعليه رداء من نورالايمان

۲۔ يامعوية ان وليت امرا فاتق الله واعدل

۳۔ يامعوية ان ملكت فاحسن

۴۔ ان معاوية لايصارع احدا الا صرعه معوية

۵۔ اللهم علم معوية الكتب والحساب وقه العذاب

۶۔ اللهم علمه الكتب والحساب ومكنه فى البلادوقه العذاب

۷۔ اللهم علمه العلم واجعله هاديا مهد يا واهده واهدبه كنزالعمال ص ۴۲۸/۴۲۹ ج ۱۱ عن جابر مرفوعاً

۸۔ اذارايتم معاوية فاقبلوه فانه امين مامون البدايه ص ۱۳۳ ج ۸

۹۔ يامعوية ان وليت امرا فاتق واعدل

۱۰۔ قال رسول صلى الله عليه وسلم اما انك ستلى امر امتى بعدى

۱۔ اللہ تعالیٰ معاویہ کو قیامت کے دن ایسی حالت میں اٹھائیں گے کہ ان پہ نور ایمان کی چادر ہو گی۔

۲۔ اے معاویہؓ! اگر تم والی و حاکم بنادیئے جاؤ تو اللہ سے ڈرتے رہنا اور انصاف کرتے رہنا۔ (انصاف کرنا)

۳۔ اے معاویہؓ اگر تجھے حکومت مل جائے تو حسن سلوک کرنا۔

۴۔ بیشک معاویہ کو کوئی نہیں پچھاڑے گا مگر معاویہ (پنجہ ازمائی کرنے والے) کو پچھاڑے گا۔

۵۔ اے اللہ معاویہؓ کو حساب و کتاب سکھا اور انہیں عذاب سے بچا

۶۔ اے اللہ معاویہؓ کو تحریر اور حساب سکھا اور شہروں میں ان کو تمکن فرما اور ان کو عذاب سے بچا لے۔

۷۔ اے اللہ معاویہؓ کو علم سکھا اور اسے ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا اور اسے ہدایت دے۔ اور اس کے ذریعہ ہدایت عام کر دے۔

۸۔ حضرت جابرؓ سے مرفوعاً روایت ہے جب تم معاویہؓ کو دیکھو تو پس اس کی اطاعت کرو۔ پس بے شک وہ امانت دار اور امن والا ہے۔

۹۔ اے معاویہؓ اگر تجھے امارت سونپی جائے تو اللہ سے ڈرنا اور عدل کرنا۔

۱۰۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب میرے بعد تجھے میری امت کی ولایت سونپی جائے گی۔

۱۱۔ احضروامرکم واشہد وہ امرکم فانہ قوی امین: ص ۱۲۲ج ۸

۱۲۔ **اللہم اہدہ بالہدی وجنبہ الردیٰ واغفرلہ فی الاخرہ والاولی ابدایہ ص ۱۲۰ ج ۸**

۱۳۔ عن ارباض بن ساریۃ السلمی اللہم علم معاویہ الکتب والحساب وقۃ العذاب وفی روابہ بشربن السری وادخلہ الجنہ ص ۱۲۰۔ ۱۲۱

۱۴۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال اتی جبریل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا محمد اقری معاویۃ السلام واستوص بہ خیرا فانہ امین اللہ علی کتبہ ووحیہ ونعم الامین۔

۱۵۔ قال جبریل: استکتبہ فانہ امین

۱۶۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لمعاویۃ) واللہ ما استکتبک الا بوحی من اللہ ص ۱۲۰!

۱۷۔ قال الحسن بن علی ابن ابی طالب سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقول لا تذہب الأیام واللیالے حتی یملک معاویہ ابدایہ ص ۱۳۱ ج ۸

۱۱۔ اس کے سامنے اپنے معاملات پیش کرو اور انہیں اپنے معاملات کا گواہ بنا وہ طاقتور امانتدار ہے۔

۱۲۔ **اے اللہ انہیں ہدایت کی راہ پر چلا اور انہیں برائیوں سے محفوظ فرما اور انہیں دنیا و آخرت میں معاف فرما۔**

۱۳۔ حضرت عرباض بن ساریہ السلمی سے روایت ہے (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) اے اللہ معاویہؓ کو حساب و کتاب سکھا اور انہیں عذاب سے بچا اور بشر بن السری کی روایت میں ہے اور انہیں جنت میں داخل فرما۔

۱۴۔ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم معاویہؓ کو سلام کہو اور ان کے حق میں حسن سلوک کی وصیت کرو کیونکہ وہ اللہ کی کتاب اور اس کی وحی پر اللہ کا امین ہے۔ اور کیا ہی اچھا امین ہے۔

۱۵۔ جبریل علیہ السلام نے کہا معاویہؓ کو وحی کی کتابت پر مقرر کر دیں بے شک وہ امین ہے۔

۱۶۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہؓ سے کہا اللہ کی قسم میں نے تجھے کتابت پہ خود بخود مامور نہیں کیا بلکہ اللہ کے حکم سے متعین کیا ہے۔

۱۷۔ سیدنا حسنؓ بن علیؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ دن اور رات کی گردش جاری رہے گی یہاں تک امیر معاویہؓ ملک بن جائیں گے۔

اقوالِ صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم

١- عن مجاهد، انه قال: لورائيتم معوية لقلتم هذ المهدى

٢- عن ابن عمر، قال: مارايت احدا اسود من معوية، قال قلت: ولاعمر؟ قال: كان عمر خيرا منه وكان معوية اسودمنه

٣- عن العوام بن حوشب، وقال: مارايت بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم اسود من معاوية، فيل ولاابوبكر قال كان ابوبكر وعمر و عثمان خيراً منه وهواسود۔

٤- عن همام سمعت ابن عباس يقول: مارايت رجلا كان اخلق بالملك من معاوية

٥- قال عبدالملك بن مروان وذكر معوية مارأيت مثله فى حلمه واحتماله وكرمه

٦- وقال قبيصة بن جابر:
ماريت احداً اعظم حلماً ولا اكثر سودداً ولا ابعد اناة ولا الين مخرجا، ولا ارحب باعابالمعروف من معوية البدايه ص ١٣٥ ج ٨

١- حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا اگر تم معاویہؓ کو دیکھ لیتے تو یقیناً کہہ اٹھتے کہ یہ مہدی ہے۔

٢- سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے معاویہؓ سے بڑا سردار کوئی نہیں دیکھا (جبلہ بن سحیم) کہتے ہیں میں نے کہا عمر بھی نہیں فرمایا سیدنا عمرؓ سے مجموعی طور پر افضل تھے لیکن صفت سیادت میں معاویہؓ افضل ہیں۔

٣- عوام بن حوشب سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد معاویہؓ سے بڑا سردار کوئی نہیں دیکھا عرض کیا گیا اور ابوبکر و عمر و عثمان و علی) فرمایا وہ معاویہؓ سے بہتر تھے (افضل تھے) اور معاویہؓ قیادت و سیادت میں بڑے تھے۔

٤- ہمام سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عباس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے معاویہؓ سے زیادہ حکومت کے لائق کسی شخص کو نہیں دیکھا۔

٥- عبدالملک بن مروان نے کہا سیدنا معاویہؓ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے حلم و بُردباری اور جود و سخاوت میں امیر معاویہؓ جیسا انسان نہیں دیکھا۔

٦- قبیصہ بن جابر نے کہا میں نے (اپنی زندگی میں) اتنا بڑا حوصلہ مند، بردبار، سردار، نرم مزاج نہیں دیکھا جو معاویہ سے بڑھ کے ہو اور نہ ہی میں نے کسی کو تکبر سے اتنا دور دیکھا، اور مشکلات سے آسانی سے نکلنے والا اور اتنا بڑا نفع اٹھانے والا معاویہ سے بڑا نہیں دیکھا۔

۷۔ عن الزهری قال سالت سعید بن المسیب عن اصحب رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال لی اسمع یازهری من مات محبالابی بکر وعمر وعثمان وشهد للعشرة المبشرة وترحم علی معوية كان حقا علی الله ان لا يناقشه الحساب

قال سعید بن یعقوب الطالقانی

۸۔ سمعت عبدالله ابن المبارک یقول تراب فی انف معاوية افضل من عمر بن عبدالعزیز

۹۔ وقال محمد بن یحیی بن سعید سئل ابن المبارک عن معوية فقال ماأقول فی رجل قال رسول الله علیه وسلم سمع الله ولمن حمده، فقال خلفه، ربناولک الحمد! فقل له ابهما افضل؟ هواوعمر بن العزیز؟ فقال تراب فی منخری معاوية مع رسول الله علیه وسلم خیر و افضل من عمر بن عبدالعزیز۔

۱۰۔ سئل المعافی بن عمران ایهما افضل؟ معویه اوعمربن عبدالعزیز؟ فغضب وقال للسائل اتجعل رجلا من الصحابة مثل رجل

۷۔ زھری کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیب سے اصحابؓ رسول ﷺ کے بارے میں پوچھا تو سعید بن مسیب نے مجھے کہا اے زہری جو شخص ابوبکر و عمر و عثمان کی محبت لئے دنیا سے رخصت ہوا اور عشرہ مبشرہ کے ایمان کی گواہی دی اور معاویہؓ کیلئے رحمت مانگی تو اللہ تعالیٰ پر اس شخص کا حق ہے کہ وہ اس کے حساب و کتاب پہ بحث نہ کریں۔ یعنی اس شخص کو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل کرے۔

۸۔ سعید بن یعقوب طالقانی نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن المبارک کو یہ کہتے سنا (جہاد میں جاتے وقت) امیر معاویہؓ کے ناک میں جو مٹی پڑی وہ عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہے۔

۹۔ محمد بن یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مبارک سے سیدنا معاویہؓ کے بارے میں پوچھا گیا تو ابن مبارک نے فرمایا میں اس آدمی کا مقام کیا بیان کر سکتا ہوں جو رسول اللہ ﷺ کی امامت میں نماز ادا کرے اور جب رسول اللہ ﷺ سمع اللہ لمن حمدہ کہیں تو وہ حضور کے پیچھے ربنالک الحمد کہے پھر عبداللہ بن مبارک سے پوچھا گیا ان دونوں میں سے کون افضل ہیں۔ سیدنا معاویہؓ یا عمر بن عبدالعزیز تو عبداللہ بن مبارک نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کی معیت میں معاویہؓ (کے نام میں جو مٹی گئی تھی) وہ مٹی بھی عمر بن عبدالعزیز سے بہتر افضل ہے۔

۱۰۔ معافی بن عمران سے پوچھا گیا کہ دونوں میں سے کون افضل ہیں معاویہؓ یا عمر عبدالعزیز تو معافی بن عمران غضبناک ہوئے سوال کرنے والے سے کہا کیا تو صحابہ کو تابعی

من التابعين معوية صاحبه وصهره
وكاتبه وامنه على وصى الله- وقد
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
دعوالى اصحابى واصهارى ممن سبهم

١١- قال الفضل بن عيينه
وابوتوبة الربيع بن نافع حلبى
معاوية سترلاصحب محمد (صلى
الله عليه وسلم) فاذاكشف الرجل
الستراجترا على ماوراآ ه -
(فعليه لعنة الله والملئكة والناس
اجمعن- البدايه ص ١٣٩ ج ٨

١٢-عن ابن عباس رضى الله عنهما
كان كاتب والنبى مندا سلم: اخرجه
مسلم فى صحيحه

١٣- قال ابن عباس دعه فانه صحب
رسول الله صلى الله عليه وسلم

١٤- قال ابن عباس اصاب انه فقيه
البدايه ص ١٢٣ ج ٨

١٥- قال يحيى بن سعيد
سمعت جدى يحدث
ان معاوية اخذ الاداوة بعد ابى
هريرة فتبع رسول الله بها - البدايه
ص ١٢٣ ج ٨

١٦-قال على لمارجع من صفين
ايهاالناس لاتكرهوا امارة معاوية
فانكم لوفقدتموه رايتم الناس
تندرعن كواهلها كانها الحنظل
البدايه ص ١٣١ ج ٨

برابر کرنا چاہتا ہے؟ معاویہؓ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں برادر نسبتی ہیں اور کاتب وحی ہیں اور اللہ کی وحی کے امین ہیں اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے صحابہ اور میرے سسرال کو میرے لئے چھوڑ دو (تنقید نہ کرو) جس نے بھی ان پہ سب و شتم کیا پس اس پر اللہ اور اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

۱۱- فضل بن عینہ اور ابوتوبہ ربیع بن نافع حلبی کہتے ہیں معاویہؓ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کا پردہ ہیں اور جو شخص بھی اس پردہ کو ہٹائیگا (وہ سب کی) پردہ دری کریگا۔

۱۲- سیدنا عبداللہؓ بن عباسؓ نے فرمایا سیدنا معاویہؓ جب سے مسلمان ہوئے رسول اللہ ﷺ کے کاتب رہے ہیں۔

۱۳- سیدنا ابن عباسؓ نے فرمایا اسے تو تنقید سے معاف کیجئے وہ تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھی ہیں (صحیح مسلم شریف)

۱۴- سیدنا ابن عباسؓ نے فرمایا انہوں نے درست کیا ہے کہ سیدنا معاویہؓ فقیہ ہیں (مجتہد مطلق)

۱۵- یحیی بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا سے سنا وہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا معاویہؓ نے سیدنا ابوہریرہؓ کے بعد رسول اللہ ﷺ کا وضو کا برتن پکڑا پس پھر رسول اللہ کے ساتھ رہے۔

۱۶- سیدنا علیؓ جب جنگ صفین سے واپس ہوئے تو فرمایا معاویہؓ اور اس کی حکومت و خلافت کو برا نہ سمجھنا ورنہ کندھوں سے سر کٹ کر یوں گریں گے جیسے تے جو اپنی شاخ سے گرتے ہیں۔

بارگاہ امیر المؤمنین و امام المتقین، قاتل الکفار و المشرکین خلیفۂ راشد عادل و برحق

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ

میں بھی ضیا ہوں انکے غلاموں میں اک غلام
جو عندلیب گلشن خیر الانام ہیں
روشن ہے جن سے آج بھی تاریخ ملک شام
اسلام کی بہار ہیں، برحق امام ہیں

دور معاویہ تھا ضیا بخش کائنات
مدح علی رضی اللہ عنہ ہے ورد زبان معاویہ رضی اللہ عنہ
اصحاب رضی اللہ عنہم میں ہے آپ کی وہ برگزیدہ ذات
شان علی رضی اللہ عنہ سے پوچھئے شان معاویہ رضی اللہ عنہ

اسلام کو ہے فخر خلافت پہ آپ کی
ہر دشمن خدا کے لئے ہیں پیام موت
حیران ہے کائنات سیاست پہ آپکی
بد باطنوں کے دل کے لئے ہیں سہام موت

آپ، آفتاب چرخ شجاعت خدا گواہ
محبوب آفتاب رسالت بھی آپ ہیں
دنیائے عشق بحر محبت خدا گواہ
آئینۂ سیاست و حکمت بھی آپ ہیں

وارفتۂ جمال نبی ہیں معاویہ رضی اللہ عنہ
روپوش ہے وہ عظمت و سطوت کا آفتاب
دیوانۂ کمال نبی ہیں معاویہ رضی اللہ عنہ
پیری میں جس کی عالم اسلام کا شباب

وہ دبدبہ وہ جوش جوانی نہیں رہا
دل ہیں وہی، دلوں میں وہ ایماں نہیں رہے
تیغوں پہ اب وہ اگلا سا پانی نہیں رہا
اسلام تو وہی ہے مسلماں نہیں رہے

یہ فخر اے ضیا ہے مسلماں کے واسطے
گردن کٹائے عزتِ ایماں کے واسطے

کب تک کرو گے مدح و ثنائے معاویہ رضی اللہ عنہ
ہو جاؤ جان و دل سے فدائے معاویہ رضی اللہ عنہ

جناب نور الحسن ضیاء
فیض آبادی
(بھارت)

خطاب : ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری

ناقل : مہدی معاویہ

امیر المؤمنین خلیفہ راشد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت شاہ صاحب مدظلہ نے ۲۱ فروری ۱۹۹۰ء کی شام کو نشتر میڈیکل کالج ملتان میں طلباء کی طرف سے منعقدہ جلسہ بیاد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ میں یہ خطاب فرمایا تھا نئے ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے (ادارہ)

الحمد للہ الذی لم یتخذ ولدا ولم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذل وکبرہ تکبیرا سبحانہ وتعالی عما یقولون علوا کبیرا واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ لا نبی بعدہ ولا رسول بعدہ ولا معصوم بعدہ ولا امام بعدہ ولا امۃ بعد امتہ صلی اللہ تبارک وتعالی علیہ وعلی آلہ وازواجہ واصحابہ وبارک وسلم تسلیما کثیرا کثیرا

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّجْعَلَ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ عَادَیْتُمْ مِنْھُمْ مَوَدَّۃً وَاللّٰہُ قَدِیْرٌ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ الرَّحِیْمٌ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

علماء کرام ' اساتذہ گرامی اور جوانان رعنا گلگوں قبا! آج کا موضوع گفتگو آپ کے لئے بالکل نیا متنوع منفرد اور کچھ پریشان کن بھی ہوگا شاید! لیکن ہم فقیروں کے لئے یہ موضوع نہ صرف یہ کہ آشنا ہے بلکہ من بھاتا بھی۔

لفظ "معاویہ" عجمی سازش اور عجمی تدبیر کے ذریعے معتوب کیا گیا۔۔۔۔ لوگوں نے کہا کہ معاویہ کے معنی بھونکنے والا ہے

" قاموس " لغت کی ایک کتاب ہے اس میں معنی لکھے ہوئے ہیں الخطیب الاصدق زور آور مضبوط بیان کرنے والا خطیب سیدنا معاویہؓ کی شخصیت کے متعلق میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہوں گا ان شاء اللہ '

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ آپ کے علم اور تقوی کے وارث ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی نیابت کے لئے ان کو خلافت کے منصب پر نامزد کیا۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ جانشین ہی نہیں بلکہ شش جہات کے معتبر بزرگ ہیں۔ چھ سمتوں میں سے ایک سمت بھی ایسی نہیں کہ اس نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ پر حرف گیری کی ہو۔ سب کی متفقہ شخصیت ہیں رسول اللہؐ کے نواسے ہیں ' سیدنا علی کے صاحبزادے ہیں نامزد خلیفہ ہیں ' سرور کائنات حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم حسن مجتبی کو سات سال کی عمر میں منبر کی دائیں جانب کھڑا کرتے ہیں **یقبل الناس ابنی ھذا سید** لوگوں کی طرف منہ ہے اور فرماتے ہیں یاد رکھو **ابنی ھذا سید!** میرا یہ بیٹا سردار ہوگا۔ سیادت کی اہلیت سیادت کی کیفیت بچپن میں دیکھی اور اہلیت کا سرٹیفکیٹ دیدیا۔ سب سے بڑی بشارت کیا دی ؟

ولعل اللہ ان یصلح بین فئتین عظیمتین من المسلمین مسلمانوں کے عظیم گروہوں کے درمیان میرا یہ بیٹا صلح کرائے گا۔ وہ دو عظیم گروہ کونسے ہیں؟ شیعان علی اور شیعان معاویہ۔۔۔۔ تاریخ کی کوئی ایک کتاب اٹھا کے دیکھ لو' اپنوں کی بیگانوں کی' دوستوں کی دشمنوں کی' عربوں کی عجمیوں کی' بین فئتین عظیمتین دو عظیم گروہوں کے درمیان! کونسے دو عظیم گروہ حق و باطل نہیں کہا کفر و اسلام نہیں کہا من المسلمین مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے درمیان۔ یہ کس نے کہا؟ سرور کائنات معلم انسانیت' احکم الناس' اعدل الناس' اقضی الناس' سب سے بڑے فیصلہ کرنے والے' لوگوں میں سب سے زیادہ عدل کرنے والے' پوری دنیا کے عظیم جج نے فیصلہ دیا' سنایا بھرے مجمع میں کہ میرا یہ بیٹا دو مسلمان گروہوں کے درمیان صلح کرائیگا شیعان علی اور شیعان معاویہ دونوں مسلمانوں کے گروہ ہیں' دونوں گروہوں کے قائد مسلمان ہیں۔ محض مسلمان نہیں بلکہ مسلمانوں کے عظیم الشان سردار ہیں۔ ان دونوں سرداروں کی باہمی چپقلش' نزاع' اختلاف' مجادلہ' مقاتلہ جو بھی کہہ لیجئے ان سب کو نمٹانے والا اور ایک مرکز پر لانے والا کون ہے؟۔۔۔۔ ابن علیؓ سبط رسولؐ سیدنا حسنؓ جس نے اپنے چالیس ہزار مسلح لشکر کے باوجود' اپنی تمام سیاست و شجاعت' ہمت و جرات اور اپنی بہادری کے باوجود کہا' جاؤ معاویہؓ سے کہہ دو سفید کاغذ پر دستخط کرالو جو چاہے لکھ کر بھیج دو مجھے منظور ہے۔ اور توجہ فرمایئے اباکی نامزد کردہ خلافت سے دستبرداری کر کے معاویہ کو (Power Hand over) اقتدار منتقل کر دیا۔ پھر میں تمہیں بتاتا ہوں سیدنا علی مرتضیٰ جو صحابہ میں سب سے بڑے جج ہیں صرف صحابہ میں ہی نہیں بلکہ نبی کے بعد تمام انسانوں میں اقضی الناس کا خطاب دیا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے! انہوں نے اپنے بیٹے کو بغیر الیکشن اور بغیر کسی مشورہ کے خود فرمایا میرے قاتل کا بدلہ بھی لینا اور میرے بعد تم جانشین ہو تم نائب ہو۔ انہوں نے علی مرتضیٰ کی وہ امانت وہ بار خلافت وہ سیادت و قیادت کا جھومر جوان کے ماتھے پر سجا ہوا تھا وہ سب لیکر سیدنا معاویہ کی جھولی میں ڈال دیا۔ میں نے دیا نہ کسی مؤرخ نے دیا۔ خود سیدنا حسن نے دیا ہے اب جو سیدنا حسن کے فیصلہ کو نہیں مانتا وہ اپنے بارے میں خود فیصلہ کرے ہم کچھ نہیں کہنا چاہتے اور جناب علی' مولا علی۔ من کنت مولاہ فعلی مولاہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جس کے آقا و مولا ہیں علی اسکے آقا و مولی ہیں۔ ہمارے آقا ہیں علی' ہمارے مولی ہیں علی' انکے جوتوں کی نسبت سے ہماری ولایت علم و عمل' ولایت شعور و وجدان' ولایت فہم ادراک قائم ہے تا ابد لیکن التومنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض تمہارے من میں آئے تو مان لو اور من میں نہ آئے تو تھوک دو۔ یہ بھی کیا بات ہوئی کہ علی کے ایک فیصلہ کو قبول کیا جائے اور دوسرے فیصلہ کو رد کر دیا جائے۔ کون ہے کائنات میں جو علی کے فیصلہ کو رد کرے۔ سیدنا علی نے اپنے بیٹے سیدنا حسن کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا لا تکرہوا امرہ معاویہ معاویہ کی حکومت کو ناپسند نہ کرنا لو فقدتموہ اگر تم اسکو کھو بیٹھے تو لرائیم الناس تم دیکھو گے کہ لوگوں کی گردنیں یوں کٹ کٹ کر گریں گی جیسے شاخ سے تما ہوا کے جھونکے سے گر جاتا ہے۔ اب ملایئے رسول اللہؐ کی پیشین گوئی انکی' سیادت اور سیدنا حسن کا

سید معاویہ کو پاور زہینڈ اوور کرنا

سیدنا علی کی نصیحت وصیت حکم ' آرڈر ' جو چاہے کہہ لو کہ معاویہ کی امارت کو ناپسند نہ کرنا ' یہ چار باتیں نہ کسی سنی کی ہیں نہ کسی غیر سنی کی ہیں یہ تو پوری امت کی ہیں ' نبی کی بات ' علی کی بات ' حسن کی بات ' میں نے نہ کسی دیو بندی کی بات کی ہے ' نہ کسی بریلوی ' اور اہلحدیث کی بات کی ہے۔ یہ تو نبی کی بات ہے ' علی کی بات ہے ' علی کے نامزد خلیفہ سیدنا حسن کی بات ہے۔ اب سیدنا حسن مجتبیٰ ابن مرتضیٰ صلوات اللہ علیہم ' نے خلافت دی معاویہ کو ' آپکو نصیحت کی سیدنا علی مرتضیٰ نے ' میں دہرا رہا ہوں ' مجھے تکرار کی بری عادت ہے اور آپ کو بھول جانیکی بری عادت ہے اس لئے تکرار بہت ضروری ہے اور سیادت کی ' صلح کی پیشین گوئی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کی سیدنا حسن کے متعلق جو صرف حسن نہیں ہیں ' بلکہ نامزد خلیفہ راشد ہیں ' اور یاران سربل کے نزدیک امام منصوص ہیں۔

امام مامور ہیں **قولہ قول اللہ لسانہ لسان اللہ وجہہ وجہ اللہ** اس عقیدے پر اعتماد کرنے والے لوگ! محبت سے کہتا ہوں ' کہیں تو پاؤں میں ٹوپی رکھ کے کہتا ہوں کہ امام اول اور امام ثانی اور جس ذات کے قدموں کی دھول نے امامت بانٹی ' سرور کائنات سید رسل مولائے کل سید الاولین والاخرین صلی اللہ علیہ وسلم انکی پیشین گوئی کے بعد ' پیشین گوئی پہ عمل کے بعد ' نبی کے فیصلے کے بعد ' معاویہ کو برا کہنے کی کیوں ضرورت پیش آئی۔ اگر ہمت ہے تو حسن کے فیصلے کو (Reject) مسترد کرو ' علی کی وصیت کو کنڈم کرو اور رسول اللہ کی بشارت کو ملیا میٹ کرو۔ پتہ تو چلے کہ تم نے کوئی کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ ہم جیسے فقیروں ' بے مایہ لوگوں کو مار کوٹ کر کے تسلی کرنے سے کیا فائدہ ملے گا مارو تو کوئی باکمال چیز مارو یا اس طرف یا اس طرف ' جنت یا جہنم یہ درمیان میں کیوں لٹکتے ہو؟ ہماری اپنی کوئی بات نہیں ہے۔ پیشین گوئی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ' نصیحت کی سب سے بڑے قاضی سیدنا علی نے ' عمل کیا حسن ابن علی نے ' جو محض حسن ابن علی نہیں ہے ' عرب کا شہزادہ نہیں ہے ' بنی ہاشم کا سردار نہیں ہے ' بقول کسے صرف مامور من اللہ ہے۔ اسکی بات اللہ کی بات ہے ' اسکی بات کا انکار کرنا کفر ہے ' اس امام حسن نے اور وہ امام حسن جو بے اختیار امام حسن نہیں تھے انکے پاس چالیس ہزار فوج تھی چالیس ہزار کا لشکر جرار مسلح تھا جسکا کمانڈر یہودیوں کا پالتو مالک الاشتر نخعی تھا جسے ایک لمحے کے لئے بھی برداشت نہ ہوا سیدنا حسن کا معاویہ کو خلافت و حکومت منتقل کرنا۔ سیدنا حسن نے تمام تر اختیارات کے باوجود خلافت کو سیدنا معاویہ کے سپرد کیا۔ آج کے فاسق و فاجر اور جاہل محقق کا بڑا اعتراض یہی ہے کہ معاویہ کی خلافت ملوکیت تھی پھر پیچ و تاب کھاتے ہوئے کہتے ہیں ملوکیت اسلام میں نہیں ہے یا حسرتیٰ! ہم نے دنیا کے نظام ہائے ریاست پڑھے مگر اللہ کا نظام نہ پڑھا۔ پڑھنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ چھٹا پارہ سورہ مائدہ کسی بھی عالم کی تفسیر اٹھالو

واذقال موسیٰ لقومہ یقوم اذکرو نعمۃ اللہ علیکم اذجعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا (۲۰/ المائدہ)

ترجمہ اور جب کہا موسی علیہ اسلام نے اپنی قوم کو اے میری قوم یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر جب پیدا کیے تم میں نبی اور بنا دیا تم کو بادشاہ (ترجمہ شیخ الھند)

اللہ تو ملوکیت کو نعمت کہتے ہیں، تم لعنت کہتے ہو۔۔۔ کیا کہنے آپ کے۔ علم کا بڑا زور ہے بھائی جس بات کو اللہ نعمت کہتے ہیں تم اسکو لعنت کہتے ہو یہ "علمی" بات نہیں تو اور کیا ہے اور ہم اس کو مسترد کریں تو پھر تم کہتے ہو مولانا! پلیز! پڑھی لکھی گفتگو کریں۔ ماڈرن سٹائل کی گفتگو کریں اب اللہ جس چیز کو نعمت کہتے ہیں تم اسکو لعنت کہتے ہو۔ میں تم سے کیا پڑھی لکھی گفتگو کروں اور اللہ پاک نعمت بھی ایسی فرماتے ہیں کہ میں نے جو تمہیں نعمت دی جہانوں میں کسی کو یہ نعمت نہیں دی اب معاویہؓ کی حکومت لعنت ہے تو بھائی تم کہہ سکتے ہو اپنے پاس تو اتنے مضبوط اعصاب موجود نہیں ہیں اور ہم تو دیکھتے ہیں کہ معاویہؓ کے پس منظر میں حسنؓ موجود ہیں انکے پس منظر میں سیدنا علیؓ ہیں انکے پس منظر میں سید الرسل مولائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اب میں کس کو گالی دوں مجھے بتایئے آخر معاویہؓ کے نام سے اتنی چڑ ہے تو کیوں؟ انہوں نے کسی سے کچھ چھینا ہے؟ مانگا ہے کسی سے 'کسی کو قتل کیا ہے 'لوٹا ہے 'کسی کو۔ انہوں نے تو کونین کے والیؐ کی نصیحت کو قبول کیا ہے اور خلافت قائم کر کے سادات بنی ہاشم سے لے کر ایک عام غریب آدمی تک سب کی خدمت کی ہے اور ہمت ہے تو مولا علی کے ارشاد گرامی اور رلا تکرھوا امرہ معاویہ اسکو تاریخ سے کھرچ کے دکھاؤ۔۔۔۔؟ ایک باب ہم نے مکمل کر لیا!

دوسرا باب! تاریخ معتبر ہے کہ قرآن حدیث؟ یہ تو تنقید کی بات ہے نا! قرآن حکیم 'حدیث مبارک اور ہسٹری ان تینوں کو ہم اگر ایک لائن میں کھڑا کر دیں تو یوں سمجھیے کہ قرآن حکیم آفتاب حدیث مبارک ماہتاب اور ہسٹری دو ایک دم دار ستارہ اگر میں بقائم ہوش وحواس تاریخ پر اعتبار کروں تو نہ قرآن آپ کا صحیح ہے اور نہ حدیث آپکی صحیح ہے اور نہ خدا آپکا صحیح ہے اور نہ رسول آپکا صحیح ہے اور رسول کی تیئیس برس کی محنت ایک لاکھ چالیس ہزار صحابہ جو حیوانیت سے نکال کر انسانیت کا معیار قرار دیئے گئے وہ سارے کے سارے ختم ہو جائیں گے معاذاللہ تاریخ کو قبول کرنے کے لئے رجوع کرنا پڑے گا مجھے قرآن وحدیث کی طرف! تاریخ کی جو باتیں قرآن وحدیث کے مطابق ہوں گی میں انہیں بڑی محبت سے قبول کروں گا اور جو روائتیں حکایتیں' رذالتیں' قباحتیں قرآن وحدیث سے ٹکرائیں گی میں انہیں نہ صرف رد کروں گا بلکہ اپنے پاؤں سے مسلوں گا اس بری طرح سے مسلوں گا جیسے دیمک کو مسلا جاتا ہے کیونکہ وہ تاریخ نہیں ہے جھوٹ ہے تہمت ہے بہتان اور دشنام ہے انسانیت سے گری ہوئی باتیں ہیں

مثلاً تاریخ کا ایک واقعہ آپ کو سناتا ہوں اللہ مجھے معاف کرے آپکو سنانے کیوجہ سے اور آپکو بھی سننے کیوجہ سے اسی تاریخ میں لکھا ہوا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پھوپھی زاد بہن پر عاشق ہو گئے تھے۔ ہوئے کیسے؟ کہ ننگا نہاتے ہوئے دیکھ لیا تھا اور پھر وہ زید جن کا پہلے ان سے نکاح کیا تھا انکو بڑے سٹائل سے گھوم گھما کے طلاق

دلوائی اور پھر شادی کر لی ۔۔۔۔۔۔۔ مان لوں ؟ اور اس قسم کی روایت عمر کے بارے میں ہو انکی ماں کے بارے میں ہو بہن کے متعلق ہو یا بیٹی کے بارے میں ۔۔۔۔۔ معاذ اللہ مانوں ؟ صرف اس لئے کہ ایک ٹیم کہتی ہے کہ صاحب یہ تاریخ کا حصہ ہے۔

آگے چلیے کسی کو نہیں چھوڑا اس تاریخ نے معاویہ تو آتے ہی چھٹے نمبر پر ہیں ابو بکر نہیں بچے عمر و عثمان نہیں بچے خود سیدنا علی نہیں بچے اسی تاریخ میں لکھا ہے کہ علی نے سیدہ فاطمہ کو بے یار و مددگار چھوڑا اور خود چلے گئے۔ علی مرتضیٰ نے دوسری شادی کرنا چاہی اور وہ بھی کس سے ؟ ابو لہب کی بیٹی سے ۔۔۔۔۔ علی مرسی فاطمہ پر سوکن ڈالنے کا پروگرام بنایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھاڑا سب کچھ مانو ' ایک بات مان لی ایک بات نہ مانی یہ بھی کیا بات ہوئی۔ تم جس پر مہر لگاؤ وہ صحیح اور جس پر مہر نہ لگاؤ وہ ہم نہ مانیں۔ اسکا نام نہ علم ہے نہ تاریخ نہ تحقیق نہ سیرۃ اسکو جہالت کہتے ہیں

قرآن حکیم نے صحابہ کے لئے ایک فیصلہ کیا ہے اور وہ فیصلہ اللہ کے علم کے مطابق ہے صحابہ کے عمل کے مطابق نہیں یاد رکھیئے گا یہ خط امتیاز ہے۔ اللہ نے جو صحابہ کے بارے میں فیصلہ دیا وہ اللہ کے علم کے مطابق ہے صحابہ کے عمل کے مطابق نہیں۔ اللہ کو انکی کوئی ادا بھا گئی کوئی بات انکی اچھی لگی پنجابی میں کہتے ہیں

کوجھا میں بھجا میں ۔۔۔ اونوں لگاں چنگا میں

اللہ پاک کو وہ اچھے کیوں لگے ؟ میں نہیں جانتا کیوں لگے اچھے ؟ میں نہیں جانتا میرے پاس کوئی دلیل کوئی ہسٹری کا ثبوت کچھ نہیں میرے پاس۔ قرآن حکیم ایک بات کہتا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے کے مسلمان اور فتح مکہ سے بعد کے مسلمان سارے جنتی ہیں ہمارے لئے کوئی سرٹیفکیٹ کوئی گارنٹی کوئی سند کچھ بھی نہیں ہے تابعین کے لئے نہیں ہے صرف صحابہ کے لئے ہے۔ اور فتح مکہ کا نام لے کر اور باقاعدہ نام لے کے فتح مکہ کا **اعوذ باللہ من الشطن الرحیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل اولئک اعظم درجت من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا و کلا وعد اللہ الحسنی** اللہ پاک فرماتے ہیں کہ فتح مکہ سے پہلے کے مسلمان اور بعد کے مسلمان یہ دونوں درجہ میں برابر نہیں ہیں مگر دونوں کے دونوں جنتی ہیں۔

اب تاریخ بنی امیہ اور بنی ہاشم کے متعلق یہ کہتی ہے کہ جناب ہاشم اور امیہ دونوں جڑواں پیدا ہوئے دونوں کی کمر جڑی ہوئی تھی تو پھر شمشیر آبدار سے دونوں کو جدا کیا گیا تب سے آج تک ان کے درمیان تلوار چلتی ہے۔

توجہ فرمائیے جناب ۔۔۔۔۔۔۔ میں طالب علم ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ قیامت کے دن طالبعلموں کے ساتھ میرا حشر ہو طالب علم کی بڑی قدر ہے اللہ کے نزدیک بشرطیکہ طالب علم ہو "کلاشنکوفیا" نہ ہو طالب علم کی لہ کے دین میں بڑی قدر و منزلت ہے۔ میں عرض کر رہا تھا کہ ان کے درمیان کبھی بھی تلوار نہیں چلی ہمیشہ محبت

رہی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صاحبہ ام حکیم بیضا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد جڑواں بہن بھائی پیدا ہوئے سیدہ ام حکیم بیضاء اور انکی بیٹی دونوں بنو امیہ کے ہاں بیاہی گئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن اروی ـ ھ بیاہی گئیں ہیں عفان سے یہ پانچویں نمبر پر ہیں۔ ان کے بیٹے ہیں سیدنا عثمان۔ سیدنا عثمان اور سیدنا معاویہ آپس میں یوں سمجھ لیجیئے تایا چچا ہیں۔ ایک دادا کی اولاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک کی عثمان ایک کی اولاد سیدنا معاویہ ہیں حضرت معاویہ اور حضرت عثمان کے جدامجد ایک ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد ایک ہیں۔ یہ گیارہ قبیلے ہیں۔ ان سب کے جدامجد ایک ہیں اور یہ گیارہ کے گیارہ سیدنا اسماعیل علیہ اسلام کی اولاد ہیں مجھے زیادہ تو یاد نہیں ہے سعودیہ کا مسٹر فہد بھی اس جد کا فرد ہے نسل کے اعتبار سے بنی عدنان میں سے ہیں۔ اللہ تعالی حسب کے اعتبار سے بھی کردے۔

میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ یہ کبھی نہیں لڑے آپس میں تین جنگیں ہوئیں ان تینوں جنگوں میں بنی امیہ کا بزرگ سردار ہے اور بنو ہاشم کے بزرگ انکے مددگار ہیں حرب فجار اس سے پہلی جنگ اور اس سے پہلے کی جنگ یہ تین جنگیں ہوئیں عرب قبائل کے درمیان' کوئی آدمی ثابت نہیں کرسکتا تاریخ سے کہ یہ آپس میں لڑے

حضرت زبیر رضی اللہ تعالی عنہ جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے تایا جان تھے آخری جنگ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ پر بیٹھے ہوئے تھے یہ بنی ہاشم کے کمانڈر تھے سردار انکا اموی تھا تین سو ساٹھ دستے تھے ان سب کا سالار اموی تھا۔ بنی ہاشم اور بنی امیہ میں لڑائی نہیں تھی بلکہ آپس میں محبت تھی رشتہ داریاں تھیں میں تاریخ کا طالب علم ہوں مجھے کہیں نہیں ملا کہ بنی امیہ اور بنی ہاشم آپس میں لڑے ہیں اور انکو تلوار سے الگ کیا گیا ہے۔ محبت کرنے والوں اور پیار کی مہار چلانے والوں میں سیدنا امیر معاویہ پیدا ہوئے۔ پورے مکہ میں سے چند لوگ لکھنا جانتے تھے انہیں میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے نہایت خوشخط تھے پڑھے لکھے آدمی تھے مجھ سے پہلے ایک مقرر نے واقعہ بیان کیا ہے اسکا ایک حصہ رہ گیا ہے انہوں نے فرمایا کہ یہ قلم اللہ اور اسکے رسول کے لئے تیار کیا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے کبھی اللہ کی مرضی کے بغیر حکم نہیں دیا اللہ نے اجازت دی تو میں نے حکم دیا میں حکم دیتا ہوں کہ اب تم اس سے اللہ کا دین پھیلاؤ اور اس کے ساتھ ہی فرمایا (یہ پہلی ملاقات کی بات ہے)

لو قمصک اللہ معاویہ وہ دن کیسا خوشی کا دن ہو گا کہ جب اللہ تجھے قمیص پہنائیں گے تو سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنھا لیٹی ہوئی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک چھوٹا سا حجرہ تھا اس میں سیدہ کائنات اور سید کائنات اور ان دونوں رحمتوں کے درمیان سیدنا امیر معاویہ بیٹھے ہوئے تھے سیدہ رملہ اٹھ کر بیٹھ گئیں اور کہنے لگیں یا رسول اللہ وا تعتہ معاویہ کو کوئی قمیص پہنائی جائے گی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **نعم ولکن فیہ ھنات و ھنات** لیکن اس میں کچھ گڑ بڑ ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہوں سے دعا کے لئے فرمایا کہ وہ جو گڑ بڑ ہے دور ہو جائے چنانچہ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ یا اللہ اسکی دنیا و آخرت بہتر فرما دے **واغفرلہ فی الاخرہ والاولی** اسکو دنیا میں بھی اور اخرت میں بھی معاف فرما **وجنبہ الردی** اور یہ جو ٹوٹ پھوٹ ہے اور گڑ بڑ ہے وہ دور فرما

حضرت معاویہ نے جب اپنے دور حکومت میں کام کا آغاز کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ عدل کرنا عدل کی ایک صورت ہے کہ کسی کا مال نہ لوٹا جائے کسی کو ناجائز جیل میں نہ ٹھونسا جائے کسی پر ناجائز مقدمے نہ کیے جائیں اور یہ کہ معاملات مشورے سے طے کیے جائیں اور انسانی حقوق کی پاسداری کی جائے خوشحال سٹیٹ ہونی چاہیے تو جناب دو واقعے عرض کرتا ہوں کہ ایک مائی صاحبہ جو بنو ہاشم سے تعلق رکھتی تھیں وہ آئیں اور کہنے لگیں معاویہ تو ایسا تو ایسا تو فلاں تو فلاں بڑی جھاڑ پلائی مائی صاحبہ نے وہ رشتہ میں پھوپھی لگتی تھیں سیدنا امیر معاویہ کی۔ تھیں بنو ہاشم میں سے۔ حضرت معاویہ فرمانے لگے یا امنا اب بہت ہو چکی فرمایئے آپ کیا کہتی ہیں کہنے لگیں کہ دو ہزار دینار تو اس لئے دے کہ میں غربا میں تقسیم کروں دو ہزار دینار اس لئے دے کہ میں کنواں لگواؤں پانی کا دو ہزار دینار اس لئے دے کہ سرائے بنواؤں فرمانے لگے اے اماں جان تشریف رکھیں انہیں گھر لے گئے خدمت کی چاکری کی اور اس کے بعد فرمانے لگے یہ چھ ہزار دینار جو آپ نے مانگے اور یہ چھ ہزار دینار مزید شاید کوئی کمی رہ گئی ہو تو انکو پورا فرماؤ اور یہ دو اونٹ بھی آپ کو دیتا ہوں یہ نوکر بھی ساتھ ہے جو کام ہو اس سے لیتے جایئے۔ آپ کے ذہن میں سوال پیدا ہو رہا ہو گا کہ جی یہ پیسہ کیوں دیا' اونٹ کیوں دیئے 'نوکر کیوں دیا ؟؟؟ بیت المال کا پیسہ تھا۔ تو جناب بیت المال کا پیسہ بیٹے کو تو نہیں دیا بھائی کو تو نہیں دیا رفاہ عامہ کے لئے دیا ہے اور سوشل ویلفیئر کسے کہتے ہیں ؟ پھر مائی صاحبہ نے خبر لی بری طرح سے۔ چلیے یہ تو پھوپھی تھیں شاید اس وجہ سے رعایت کی ہو گی۔ ایک صاحب جو صحابی نہیں نو مسلم ہیں یہ بیٹھے ہوئے تھے مسجد میں ! حضرت معاویہ منبر پر آکر کہنے لگے لوگو ! **اسمعوا واطیعوا** لوگو سنو اور اطاعت کرو۔ وہ نو مسلم اٹھ کر کھڑے ہو گئے کہنے لگے نہ میں سنتا ہوں اور نہ ہی اطاعت کرتا ہوں سیدنا معاویہ مسجد سے چلے گئے گھر جا کر نہائے واپس تشریف لائے پھر منبر پر بیٹھ گئے۔ فرمانے لگے کہ اب بتاؤ مانتے کیوں نہیں ہو اور سنتے کیوں نہیں ؟ وہ صاحب پھر کھڑے ہو گئے کہنے لگے یہ بتاؤ اب ذرا فقرہ پر غور فرمائیں ایسا فقرہ آپ نے کبھی کسی کو کہا نہیں ہو گا اور نہ ہی آپ کو کبھی کسی نے ایسی بات کہی ہو گی۔ اساتذہ گرامی بیٹھے ہوئے ہیں میرا خیال ہے کہ اگر انہیں ایسا فقرہ کہہ دیا جائے تو تھوڑا سا بھونچال ضرور آجائے گا۔ وہ کہنے لگے یہ جو بیت المال تو یوں بانٹتا ہے **اکسب ابوک ام ترک امک** یہ تیرے باپ کی کمائی ہے یا تیری ماں وراثت میں چھوڑ گئی ہے پہلے کہا **لااسمع ولا اطیع** نہ سنتا ہوں اور نہ مانتا ہوں پھر کہا یہ بیت المال تیرے باپ کی کمائی ہے یا تیری ماں نے وراثت چھوڑی ہے

کوئی میرا دوست تاریخ کی چودہ کتابیں میرے پاس بھی ہیں اور آپ جو پڑھتے ہیں وہ بھی لے آیئے اور کسی ایک کتاب میں دکھایئے کہ سیدنا معاویہ نے تھپڑ تو درکنار تف بھی کہا ہو حیف بھی کہا ہو یا غضبناک ہوئے۔ لکھا ہے

تاریخ میں کہ فبکی معاویہ حضرت معاویہ رو پڑے حتی ابتلت لحیتہ حتی کہ ان کی داڑھی تر ہو گئی

ایک اور واقعہ سناتا ہوں بنو امیہ میں سے ایک بزرگ تھے عبدا للہ ابن عامر اور بنو ہاشم کے سید نا حضرت عبدا للہ ابن زبیر اور بنی ہاشم میں سے ہی حضرت عبدا للہ بن جعفر طیار ایک اور بزرگ بنو ہاشم کی شاخ عدی سے سیدنا عبدا للہ ابن عمران سب کو عبادلہ اربعہ کہا جاتا ہے رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ تمام اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک سید نا معاویہ کا گذر ہوا۔ حضرت عبدا للہ ابن عامر حضرت عبدا للہ ابن عمر اور حضرت عبدا للہ ابن جعفر طیار جو حضرت علی کے بڑے بھائی کے بیٹے ہیں اور خاندان علی میں سب سے پہلے شہید ہیں۔ غزوہ تبوک میں دنکا ہاتھ کٹ گیا تھا اور پھر لٹکا ہوا تھا انھوں نے پاؤں کے نیچے رکھا اور تڑاخ سے اتار کر پھینک دیا کہ لٹکتا ہوا ہاتھ جہاد میں رکاوٹ نہ بنے۔ یہ سب حضرات اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور حضرت عبدا للہ ابن زبیر نہ کھڑے ہوئے اور بیٹھے رہے۔ اگر ملوکیت یا بادشاہت تھی تو اسکا تقاضا تھا کہ اسی وقت انکو پکڑ کے مروڑ دیا جاتا۔ لیکن ہوا کیا عبدا للہ ابن زبیر کو حضرت عبدا للہ ابن عامر نے کہا کہ بھائی تم کیوں نہیں اٹھے؟

تمہیں کیا ہو گیا تو کہنے لگے سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا

کہ جس کو یہ بات بڑی اچھی لگتی ہے کہ لوگ اس کے استقبال کے لئے کھڑے ہو جائیں اسکو چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے اس لئے میں نہیں اٹھا اب معاویہ تم بتاؤ تمہارے دل میں کیا ہے؟ فرمانے لگے حضرت معاویہ کہ الحمد للہ میرے دل میں یہ طلب نہیں ہے۔ تینوں واقعات حضرت معاویہ کی ذات کے بارے میں ہیں۔

اب عام زندگی میں خوشحالی کی طرف آیئے! جامع مسجد دمشق میں دو مینار تھے ان پر دو آدمی مقرر تھے۔ عصر اور مغرب کے درمیان وہ کھڑے ہو کر روزانہ آواز دیتے کہ کوئی مسافر؟ کوئی نووارد؟ کوئی ایسا آدمی جو اس شہر میں آیا ہو اور یہاں اس کے متعلق کوئی آدمی نہ ہو، مسجد میں آجائے اس کے کھانے کا بندوبست کیا جائے گا ہر وہ بچہ جو پیدا ہو اس کے لئے آدمی مقرر تھے کہ جب بچہ پیدا ہو تو اس کی اطلاع بیت المال کے محاسب کو یا اس کے خزانچی کو دی جائے کہ وہ نام درج کرے اور اسکا وظیفہ مقرر کیا جائے۔ ہمارے ہاں تو انکم ٹیکس ہے ناجناب! کنڈی کھٹکھٹائی، کوئی چپڑاسی صاحب آئے اور کہا جی دیکھو تمہارے خلاف مقدمہ درج ہو گیا ہے۔ یہاں کسی کو کچھ دینے کے لئے تو نوکر نہیں ہیں البتہ چھیننے کے لئے بہت سے نوکر رکھے ہیں۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں حضرت ابو موسیٰ اشعری حج کے لئے گئے۔ ام المومنین سیدہ الطاہرات سیدہ کائنات عائشہ صدیقہ الطاہرہ بتول العذراء الحمیرا

کہا انکی خدمت میں جایئے اور انکو میرا سلام کہیے اور ان سے کہیں کہ میں جس حالت میں ہوں۔۔۔۔ حکمران کے بارے میں آپ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی نصیحت جو میرے علم میں نہ ہو مجھے فرمایئے۔ حضرت

ابو موسی اشعری حج پر گئے اور واپس آ گئے اور کہنے لگے میں نے پیغام دیا تھا اور اماں جان سے سلام عرض کیا تھا۔ انہوں نے یہ پیغام دیا ہے اور حدیث سنائی ہے **سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احتجب**

کہ جب حکمران نے ' جس وڈیرے نے ' جس سردار نے اپنے اور لوگوں کی ضروریات کے درمیان حجاب قائم کیا پردہ حائل کیا ' رکاوٹ پیدا کی ' قیامت کے دن اللہ پاک اسکی اور اسکی ضروریات کے مابین پردہ حائل کر دیں گے۔ جب یہ حدیث سنائی حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ نے تو حضرت معاویہ رو پڑے اور اسی وقت حکم دیا کہ سب حکام کو بلاؤ۔ پھر سیدنا معاویہ نے ہر شہر میں ایسے لوگ مقرر کیے جو لوگوں کے گھروں میں جا کر کنڈی کھٹکھٹا کر کہیں کہ تمہاری ضروریات کیا ہیں ؟

تاریخ کو پڑھنا ہے تو پھر تاریخ کے طالب علم بن کر پڑھو۔ ہاں اگر تم سیکولر مائنڈ بلڈ اپ کر چکے ہو اور اپروچ بھی سیکولر ہے تو پھر دونوں طرف سیکولرازم چلے ایک طرف نہیں۔

ہم یوم مئی کو شکاگو کے یہودی مرداروں کو شہدا کہتے ہیں یہ سیکولرازم ہے نا ؟ ہم ان کی تعریف کرتے ہیں ' کرنی چاہیے ٹھیک ہے۔ ایک طبقے نے قربانی دی ہے مزدوروں کے کاز کو اس سے بڑا فائدہ پہنچا ہے یہودی النسل تھا مذھبا یہودی تھا اسکی یہودیت کا کمال ہے کہ اس نے شمالی ویت نام میں امن قائم کرنے کے لئے ننگا جلوس نکالا۔ کتنے بڑے لوگ ہیں یہ ہے سیکولرازم کا تقاضا ہے کہ امن قائم کرنے کے لئے ننگا ہوا جائے۔ سیکولرازم یہ نہیں کہتا کہ اگر کسی آدمی کی کوئی خوبی ہے تو اس کو ظاہر کیا جائے۔ سیکولرازم یہی بتاتا ہے کہ صرف کپڑے چنتے رہو اگر کسی دوست کو معاویہ سے مناسبت نہیں تو نہ ہو وہ جانے اور اس کا خدا جانے۔ ہم خدا کی طرف سے ٹھیکیدار تھوڑا ہی ہیں کہ ضرور منوائیں ہم نے منوانا نہیں بتائیں گے سنائیں گے اگر معاویہ میں کوئی خوبی ہے تو اسکو تسلیم کرنے میں تکلیف کیوں ہے۔ پھر حضرت معاویہ کا دور حکومت ۱۹ سال کچھ مہینوں پر مشتمل ہے تاریخ اسلام میں کسی خلیفہ راشد کا اتنا طویل دور حکومت ہو تو بتلاؤ ۶۵ صوبوں کا ملک ہے اور یہاں چار صوبے نہیں سنبھالے جاتے۔ یہ صوبے نہیں صوبیاں ہیں ادھر ۶۵ صوبوں کا ملک ہے ۶۷ لاکھ مربع میل کے حکمران ہیں۔ اگر ان بیچاروں سے کوئی غلطیاں ہو بھی گئیں تو یہ انسانی زندگی کے تقاضوں میں سے ہے بشری تقاضے ہیں۔ رہی نامی نیشن کی غلطی ! تو یہ غلطی نہیں ہے جناب ہاں ! ہاں ! ذرا سنبھل کے۔ یہ تو علی کی سنت ہے جناب۔ محبت میں اتنا نہ بڑھ جائیے کہ آدمی حقیقتیں بھولنا شروع ہو جائے بیٹے کی نام زدگی تاریخ اسلام میں سب سے پہلے سیدنا علی نے کی ہے اگر یہ گناہ ہے تو پھر ہمت کرو آؤ ! پھر بتاؤ کہ کون کون گناہ گار ہے۔ ایک کو نہ کہو سب کو کہو اور اگر نام زدگی حرام ہے تو پھر قرآن وحدیث سے دکھاؤ یہ ہماری درخواستیں ہیں ہم ہاتھ جوڑ کے عرض کرتے ہیں کہ بھائی اگر قرآن وحدیث میں نام زدگی حرام ہے تو پھر ہمیں بھی بتاؤ ہم آپ کے شکر گزار ہوں گے اور اپنے موقف سے پیچھے ہٹ جائیں گے اور اگر نامی نیشن گناہ نہیں ہے۔ تو پھر کسی کے لئے بھی

گناہ نہیں ہے اور یقیناً گناہ نہیں ہے۔ خود سرور کائنات اعلم الناس معلم الناس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نامی نیشن کی ہے۔ کہیں انتخاب ہو تو بتاؤ ابوبکر کی نامی نیشن کے لئے ووٹ نہیں مانگا عمر کا ووٹ نہیں مانگا حسن و حسین کا ووٹ نہیں مانگا خاندان غیر خاندان میں سے کسی کی رائے تک نہیں لی اسی طرح سیدنا حسن نے حضرت امیر معاویہ کو پاور زہینڈ اوور کرنے کے لئے کوئی رائے نہیں لی درمیان میں یہ ایک ضمنی پر کردوں یہ آپکی محبت بھری محترمہ جمہوریت کہاں سے ٹپک پڑی؟ یہ کہاں سے آ گئی۔ علی مرتضیٰ کے گھر میں تو آپ کو جمہوریت اچھی نہیں لگتی لیکن جونہی یہ سب کچھ حضرت معاویہ کے پاس جائے تو آپ کہتے ہیں جی جمہوریت! بھئی وہاں بھی تو اس کا اطلاق کرو! اگر جمہوریت اسلام میں ہے تو پھر ہر طرف۔ اور جناب جب ہوا میٹھی میٹھی ٹھنڈی ہو اور ساون کا مہینہ ہو تو میرے پیارے حکمران کو بھی لگتی ہے یہ ایسی بھی کیا لکھنوّیت ہے۔ جناب ذرا اس کے بانکپن اسکی قرمزی کٹی ہوئی نشیلی اداؤں کا بھی پوسٹ مارٹم کیجئے۔

ابوبکر کو مصلی پر کھڑا کر دیا گیا علی کو رسول اللہ نے کیوں نہیں کھڑا کیا ہم نے روکا تھا۔۔۔۔؟ سترہ نمازیں ابوبکر نے پڑھائیں؟ ہم نے پڑھوائیں؟ اور وہ بازوئے خیبر شکن اگر اسکا حق تھا شرعاً۔۔۔۔۔۔ خدا کی طرف سے فیصلہ ہو چکا تھا۔ غدیر خم پر اگر فیصلہ ہو چکا تھا

علی نے سترہ نمازیں ابوبکر کے پیچھے کیوں پڑھیں۔ مت پڑھتے جب عمر نے کہا کہ محمد معاذ اللہ کسی کے کہنے کے مطابق کہ عمر نے کہا کہ محمد ہذیان بکتا ہے تو علی کیوں چپ رہے؟ یہاں بے نظیر صاحبہ کو اگر کوئی کہے تو انتڑیاں باہر آجاتی ہیں نواز شریف کو کوئی گالی دے تو اسکا سر پھوڑ دیا جاتا ہے محبت کیوجہ سے ہے نا؟ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں پڑتی رہیں اور مولا علی تماشہ دیکھتے رہے۔ عمر نے بے عزتی کی تو تماشہ دیکھتے رہے۔ میرے ابا پر بمبئی میں خنجر سے ایک آدمی نے حملہ کیا ایک پٹھان تھا بچہ نوروہ کود کر آگے آیا خنجر اسکے پیٹ میں لگا انتڑیاں باہر نکل آئیں۔ اپنے ہاتھوں میں انتڑیاں اٹھا کے کہنے لگا کہ شاہ جی میں تو قربان ہو گیا۔ ہمارا باپ رسول اللہ کے سامنے کیا حیثیت رکھتا ہے نبی جس گھوڑے پر سوار ہو نہیں جس گدھے پر سوار ہو جائے اس گدھے کی دم پر جو میل لگی ہوئی ہے کروڑوں اربوں عطاء اللہ اس پر قربان اگر اس کے لئے محبت کا اتنا جذبہ ہے اسکی بے عزتی ہو رہی ہے جان خطرے میں ہے اور لوگ یوں قربان ہو رہے ہیں۔ سیدنا علی مرتضیٰ کے سامنے اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آبرو خطرے میں تھی تو علی قربان ہو جاتے لیکن ایسا نہیں ہے۔ پھر ایک سوال ہے کہ ایک آدمی ایک نظریہ ایجاد کرتا ہے اس پر محنت کرتا ہے اسکے ماننے والے بڑھتے ہیں یہاں تک کہ سٹیٹ پر قابض ہو جاتا ہے وہ اسکو چلاتا ہے ۔۔۔۔۔۔ کارل مارکس برطانیہ میں اینگلز کے ہاں بھیک مانگتا رہا ہے۔ ٹکڑے اس کے کھاتا رہا ہے۔ نظریہ سرمایہ داروں کے خلاف ایجاد کیا ٹکڑے سرمایہ دار کے کھائے۔ اور رگڑا بھی سرمایہ دار کو وہاں انقلاب آج تک

نیں آسکا لیکن ۱۹۱۷ء میں یہاں انقلاب آگیا اس کے ماننے والے پیدا ہوئے اب اس نظریے کے خلاف جہاں بھی کوئی کام کر رہا ہو وہ اسکو کسی بھی طریقہ سے صاف کر دیتے ہیں۔ کارل مارکس کو برا کہنے سے تکلیف ہوتی ہے سٹالن کو برا کہیں یا لینن کو تو تکلیف ہوتی ہے اور وہ دوست جو اشتراکیت کو قبول کرتے ہیں اگر انکو گالی دو تو انکو تکلیف وتی ہے۔ اور سٹالن اور لینن کو ماننے والے ان پر اندھا اعتماد کرتے ہیں۔ سٹالن اور لینن نے اپنے ماننے والوں کو کامریڈ کہا یہ پہلی جماعت ہے جس نے کارل مارکس کے نظریہ کو برپا کیا اور یہ دنیا کے عظیم سچوں کی جماعت ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر کوئی آدمی نبی نہیں مانتا ایک فاؤنڈر کو مانتا ہے ایک نظریے کے بانی کو مانتا ہے اس نظریے کو قبول کرنے والے لوگ پیدا ہوئے انہوں نے اس کے لئے قربانیاں دیں ماریں کھائیں گھر چھوڑا وطن چھوڑا عزت و آبرو تیاگ دی بیویاں ذبح کرا دیں اپنی ماؤں بہنوں کی شرمگاہوں پر نیزے مروائے قبول کر لیے سب کچھ قربان کر دیا اور نظریے کے بانی نے انکو سچا کہا کہ یہ میرے وفادار ہیں۔ اب اگر میں پندرھویں صدی میں اٹھ کر کہوں کہ میری بیس سال کی ریسرچ کا نچوڑ یہ ہے اور جناب میں نے شب و روز مطالعہ کیا میں نے دنیا کی لائبریریاں گھنگال ڈالیں اور میں نے ان کتابوں کی سطور کو، اوراق کو ازبر کر لیا ہے میں نے ایک ایک دائرے پر نشان لگا دیا ہے۔ کیا؟ کہ وہ لوگ سچے نہیں تھے مان لوں میں؟ سٹالن کے دوستوں کو سچا مان لوں اور ابراہم لنکن کے ماننے والوں کو سچا مان لوں؟ قائد اعظم کے ماننے والوں کو سچا مان لوں عطا اللہ شاہ بخاری کے ماننے والوں کو سچا مان لوں اور محمد رسول اللہ کے ماننے والوں کو جھوٹا کہوں؟

خدا جانے تمہیں کیا ہو گیا ہے
خرد بیزار دل سے دل خرد سے

اس کا نام ریسرچ ہے؟ پھر ہمارا یہ دین جو قیامت تک رہنا ہے اگر اسکی ابتدا ہی جھوٹ سے ہوتی ہو تو انتہا سچ کیسے؟ اور پھر آج کے دن یہ دین سچا کیسے؟ اگر اس کی پہلی جماعت جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مان کیا ہے اور بدر کے مقام پہ کہا تھا کہ انکو اگر شکست ہو گئی تو اس دھرتی پر تیری عبادت کرنیوالا کوئی نہ رہیگا اور کھڑے ہو کر دعا نہیں مانگی نہ غار میں چھپ کے! سجدہ میں گر کے مٹی پر یہاں تک کہ آنسوؤں سے مٹی کیچڑ بن گئی

اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ ہذا الوصابۃ اے اللہ یہ میری تھوڑی سی جماعت اگر ہلاک ہو جاتی ہے تو پھر توحید کوئی نہیں بیان کر سکے گا

نبی جھوٹوں کے لئے دعا مانگ رہے تھے، منافقوں کے لئے؟ عقل بھی نہیں مانتی دین تو درکنار جناب محترم! جو دین قیامت تک رہنا ہے اس دین کو تو سچوں کی ضرورت ہے ہم جیسے جھوٹوں کی ضرورت نہیں۔ اسی لئے یہ دین قائم ہی تب ہوا جب انتہائی سچے لوگوں نے اس کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا

اور پھر امیرالمومنین سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ کو خط لکھتے ہیں وہ فرماتے ہیں معاویہ ! **ربنا وربکم واحد نبینا و نبیکم واحد کتابنا و کتابکم واحد اما الاختلاف فی قصاص عثمان**
ہمارا تمہارا رب ایک ہے ہمارا اور تمہارا نبی ایک ہے ہماری تمہاری کتاب ایک ہے تیرا میرا اختلاف عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے طریقہ کار پر ہے۔ یہ تاریخ نہیں ہے کیا؟

میں طالب علم ہوں بھائی ! مجھے کوئی تاریخ میں دکھا دیجئے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے پورے ساڑھے چار سالہ دور خلافت میں حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق کوئی ایک برا لفظ کہا ہو اور یہ بات بھی چیلنج کرتا ہوں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنے پورے بیس سالہ دور خلافت میں ایک واقعہ اور ایک جملہ ایسا بتاؤ کہ انہوں نے سیدنا علی کی توہین کی ہو۔ اور یہاں پراپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ اجی منبروں پر گالیاں دی جاتی رہیں۔ پراپیگیٹ کیا گیا اس بات کو کہ گالی دی گئی بھئی کونسی گالی دی گئی ؟ نام لونا ذرا ! ابو تراب گالی ہے کیا؟ ابو تراب کس نے کہا علی رضی اللہ عنہ کو؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ! اگر کوئی ابالحسن کہنے کی بجائے یا ابا تراب کہہ دے تو یہ گالی ہے ؟ اس کے علاوہ کوئی میرا دوست ڈھونڈے۔ ہاں بالکل جب تک میں زندہ ہوں کسی مسلک کے دوست کو اگر وہ گالیاں مل جائیں جو حضرت علی کو دیجاتی تھیں' جو معاویہ اور ان کے دوستوں نے کہی ہیں مجھے ڈھونڈ دو تاکہ میں اپنے مسلک کو تبدیل کرلوں۔ کتنی اچھی بات ہے کہ میں ان دوستوں کے ساتھ مل جاؤں جو انہیں اچھا نہیں سمجھتے۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ اس ابو تراب کے سوا کوئی ایک جملہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے علی مرتضیٰ کو نہیں کہا باقی یہ بات کہ جب دو آدمی آپس میں لڑتے ہیں تو ایک حق پر ہوتا ہے اور ایک باطل پر۔ یہ خود ساختہ فلسفہ ہے

یہ مفروضہ آپ نے کہاں سے گھڑ لیا کہ دو لڑنے والے ان میں سے ایک ہمیشہ حق پر ہوتا ہے اور ایک ہمیشہ باطل پر۔ دو لڑنے والے دونوں سچے ہو سکتے ہیں' دونوں جھوٹے ہو سکتے ہیں۔ دو لڑنے والے غلط فہمی کا شکار ہو سکتے ہیں۔ دونوں میں سے کوئی ایک غلط فہمی کا شکار ہو سکتا ہے۔ یہ سبائی اور رافضی اختراع ہے ایک ضرور جھوٹا اور ایک ضرور سچا ہو گا؟ کتاب اللہ 'سنت رسول اللہ 'سیدنا علی کا قول 'خاندان اہلبیت کا کوئی جملہ 'کوئی کلمہ 'تاریخ میں ہے خود ہی گھڑ لیا

یا سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ کے ساتھ جنگ کی اور کہا ہو کہ عائشہ باطل پر ہے یا سیدنا علی مرتضیٰ نے معاویہ کو باطل کہا ہو؟ باغی 'فاسق' سلطان جائر یا کوئی اور جملہ کہا ہو تو لاؤ میں بھی دیکھوں۔

کیا نبی کے تربیت یافتہ ہمارے جیسے اخلاق کے مالک تھے ؟ نشتر میڈیکل کالج کے اساتذہ طلباء ہم مولوی وغیرہ ہمارے جیسے اخلاق بھی نبی کریم ان میں پیدا نہیں فرماسکے یہ پندرہ سو سال بعد ہمیں تو اخلاق کی بلندیوں پر فائز ہونے کا دعوی ہے کیا ہم آنکھوں پر پٹی باندھ کر جو کچھ کیا جائے اسے مان لیں؟

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہاشم اور امیہ کی پشتیں آپس میں جڑی ہوئی تھیں تلوار سے انکو جدا کیا گیا لہٰذا قیامت تک ان میں لڑائی پیدا ہو گئی نجانے کس کتاب میں لکھا ہے کہاں لکھا ہے **سیعلمون غدا من الکذاب الاشر** یہ بن باپ اور بن ماں کی روایت نجانے کہاں سے اٹھالائے اور اگر ہم اس جھوٹ کو مان بھی لیں کہ دونوں بھائیوں کی پشتیں آپس میں جڑی ہوئی تھیں اور تلوار سے انکو علیحدہ کیا گیا تو پھر کیا بغض رکھنے والے آپس میں بیٹیاں دیتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن بی بی اروہؓ عفان کی بیوی ہیں اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ ہیں سیدنا عثمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور سیدنا علی کے بھانجے ہیں اور پھر جناب سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی بی بی ام حبیبہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے عقد میں آئیں تو اپنے والد کے اسلام لانے سے پہلے آئیں لیکن کہیں کوئی اعتراف نہیں ملتا بات جھگڑے کی نہیں سمجھنے سمجھانے کی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میں دین کی بات اپنی طرف سے نہیں کرتا جو اللہ کہتا ہے وہی کہتا ہوں اور نبی علیہ اسلام سے بڑا مجتہد کوئی نہیں ہوتا تمام امت کے علماو فقہا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی اجتہاد بھی کرتا ہے اور نبی کا اجتہاد کبھی غلط نہیں ہوتا

اور اجتہاد کو خطا قرار دینے کا شوق تو آجکل بہت زور سے چل رہا ہے خصوصا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ان کا اجتہاد عنادی تھا اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اجتہاد خطائی تھا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ہمارا جو مسلک اور عقیدہ و نظریہ ہے وہ قرآن کی اس آیت کے ماتحت ہے جو ہمیشہ میں آپ کے سامنے پڑھا کرتا ہوں کہ فتح مکہ سے پہلے والے مسلمان اور ان کا انفاق و اجتہاد وہی ان کا درجہ بڑھانے کے لئے سب سے بڑی دلیل ہے اور وہ بہت اعلی درجہ کے مسلمان ہیں مگر فتح مکہ کے بعد کے لوگ وہ بھی کم درجہ کے نہیں فتح مکہ سے پہلے کہ لوگ ان سے بڑے ہیں مگر فتح مکہ کے بعد کے لوگ اپنے بعد تمام آنے والے لوگوں سے بڑے ہیں یہ عجیب بات ہے کہ اس دور کے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اہل حق ہیں۔

وہ شخص جو صحابی رسول ہے جو پروردہ رسول ہے وہ جو نبی کا تربیت یافتہ ہے اور رسالت کی گود میں جس نے شعور و ایمان کی آنکھ کھولی ہے اس ے متعلق آپ کی کیا رائے ہے کہ وہ حق پر نہیں ہے؟ سمجھنے کی بات ہے! ہم سیدنا معاویہ کو اس لئے حق پر کہتے ہیں کہ وہ صحابی رسول ہیں ہاں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان آپ کی عظمت و بزرگی آپ کی اولیت و سابقیت آپ کی بلندی و برتری کو کون نہیں مانتا۔ سیدنا معاویہ سے درجات میں فضائل میں شمائل و محامد میں بہت بلند و برتر ہیں اور انہوں نے کبھی سیدنا معاویہ کو برا نہیں کہا نا حق نہیں کہا کہیں ایک جملہ نہیں کہا۔

میں روافض سے نہیں بلکہ سینوں سے کہہ رہا ہوں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہیں کہا ہو کہ معاویہ ایسا ہے

ایسا ہے نہیں کہیں ایک جملہ نہیں آپ کو ملے گا اور یاران پیکر ظلم و تشدد سے ایک سوال ہے کہ پہلا امام علی اور دوسرا حسن اور امامت کے متعلق ان کا عقیدہ و نظریہ یہ ہے کہ **الامام مامور من اللہ و مبعوث مفترض السمع والطاعتہ** کہ امام مامور من اللہ ہوتا ہے مبعوث ہوتا ہے اسکی اطاعت فرض ہوتی ہے امام حسن نے سیدنا معاویہ کی بیعت کرلی اب امام حسن ان کے عقیدہ کے مطابق مامور ہیں ہمارے عقیدے کے مطابق تو ماموریت ختم ہے کوئی مامور من اللہ کائنات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں ہو گا ہمارے عقیدہ کے مطابق ماموریت مبعوثیت اور وحی کا سلسلہ بند ہے لیکن سیدنا حسن جن ہم وطنوں کے نزدیک امام ہیں مامور من اللہ ہیں حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرسکتے ہیں جنہیں شریعت میں تبدیلی کا حق ہے انہوں نے سیدنا معاویہ کی بیعت کی ہے ان کی آپ لوگوں کے ہاں کیا پوزیشن ہے ؟ ہمیں گالی دینے سے پہلے سوچو اور فیصلہ کرو ان کے بارے میں کیا رائے ہے تمہاری ؟ ہم تو ان کے فیصلہ کو مانتے ہیں

سیدنا علی ابن ابی طالب نے اپنے بیٹے کو وصیت کی تھی لاتکرہ امرۃ معاویہ میرے بیٹے یاد رکھنا معاویہ کی امارت کو ناپسند نہ کرنا باپ کہتا ہے کہ معاویہ کی امارت کو ناپسند نہ کرنا اور بیٹے نے بعد میں معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی جی ہاں ! اور میں یہ بھی ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ انہوں نے مال کے بدلے میں صلح کرلی ایسا ہرگز نہیں ہے !

سیدنا حسن نے حضرت معاویہ کو خلافت کا اہل سمجھتے ہوئے یہ وراثت سپرد کی ہے۔ خلافت امت .بعضوں کے نزدیک امامت کبری اور .بعضوں کے نزدیک امامت صغری ہے ! اہل سمجھتے ہوئے سپرد کی ہے نا اہل سمجھتے ہوئے نہیں اور ہمارے جو دوست کہتے ہیں کہ جناب وہ خلافت نہیں بادشاہت تھی ایک بات ان سے پوچھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ امارت کی بشارت دی **یامعاویہ ان ولیت امرا یامعاویہ ان ملکت امرا ان ولیت امرا** تین لفظوں کے ساتھ تین روائیتیں ہیں اگر سیدنا معاویہ کا دور حکومت غلط تھا دنیاداری کی بادشاہت تھی قیصریت و کسرائیت تھی تو پھر حضور علیہ الصلوۃ واسلام یہ بھی فرمادیتے کہ اگر تجھے دنیا داری کی قیصریت و کسرائیت ملے لیکن یہ نہیں فرمایا بلکہ فرمایا **ان ولیت امرا ان ولیت امرا ان ملکت امرا فاتق اللہ واعدل بین الناس** کہ تقوی اختیار کرنا اور لوگوں میں عدل قائم کرنا

میں تاریخ کا طالب علم ہوں ہرچند کہ تمام صحابہ تاریخ کے ذریعے نہیں پہچاننے بلکہ قرآن وسنت کی روشنی میں پہچاننے ہیں لیکن اگر کسی کو شوق چرائے تو وہ تاریخ کا مطالعہ کرے ہم اس سے گفتگو کے لئے حاضر ہیں بحث ومناظرہ نہیں بڑے پیار اور محبت سے اور تاریخ کے حوالوں سے۔ سوال یہ ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات پر چلے یا آپ کی بات کے خلاف چلے اس معاملہ میں انصاف آپ نے کرنا ہے

لے دے کے صرف ایک بڑی بات رہ جاتی ہے کہ جناب بیٹے کو نامزد کردیا یہ بات واقعی بڑی عجیب وغریب ہے

کیا بیٹے کو نامزد کرنا اسلام میں کفر ہے قرآن پاک احادیث مبارکہ اور جتنی بھی متعداول وغیر متعداول کتب ہیں ان کو ملاحظہ فرمایئے اپنے اپنے پسندیدہ بزرگوں کے پاس جایئے اور ان سے درخواست کیجیے کہ قرآن وحدیث میں کہیں ایک جملہ دکھادیں کہ لکھا ہو کہ جو اپنے بیٹے کو نامزد کرے گا اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ ہم نے تو ایسا کہیں نہیں پڑھا اور نہ سنا ہے کہ اپنے بیٹے کو نامزد کرنا حرام ہے یہ آپ کے دل و دماغ پر دراصل جمہوریت کا عفریت مسلط کردیا گیا ہے۔ یہ جمہوریت کا بھوت آپ کو گھما رہا ہے چکر پہ چکر دے رہا ہے۔ اب معترضین کے سامنے سے پردے ہٹانے کی کوشش کریں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو نامزد کیا تو وہ کہیں گے اجی یہ تو کوفیوں نے پوچھا تھا تو وہاں بھی شامیوں نے پوچھا تھا اگر کوفیوں کے پوچھنے سے سیدنا علی کے بیٹے کو خلافت دی جاسکتی ہے تو پھر شامیوں کے پوچھنے پر معاویہ کے بیٹے کو خلافت کیوں نہیں دی جاسکتی۔ بات تو پھر کوفے اور شام والوں کی ہو گئی نا! شام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی **اللھم بارک فی یمننا وفی شامنا** اور احادیث میں ایسی روایات ملتی ہیں کہ ابدال جو صوفیا کا ایک خاص گروہ ہیں وہ شام میں ہوں گے کوفے میں نہیں ہوں گے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شام والوں کو دعا دیتے ہوئے فرمایا **ھم الطائفتہ المنصورہ** کہ یہ مدد یافتہ نصرت یافتہ گروہ ہے جو ان کے مقابلہ پر آئے گا اللہ تبارک وتعالی ان پر اسکو فتح و نصرت عطا فرمائے گا

تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ جناب سیدنا حسن اور سیدنا حسین صلوات اللہ علیھما سال میں دو مرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں جایا کرتے تھے وکان یکر مھما اور سیدنا امیر معاویہ ان دونوں حضرات کا اکرام کیا کرتے تھے و یعظیمھما اور ان کو بہت سا مال پیش کیا کرتے تھے اور وہ قبول کیا کرتے تھے تم تاریخ کی کتابوں سے یہ بات تلاش کرکے دکھاؤ کہ معاویہ کے دیئے ہوئے مال کو حسن و حسین نے واپس کیا ہو ایک دفعہ بھی رد کیا ہو بلکہ ہوا یوں کہ بیس لاکھ دینار سیدنا معاویہ نے دیئے سیدنا حسن شام سے چلے ساتھ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار بھی تھے چلتے چلتے راستے میں غریب مسلمانوں میں تقسیم کرتے کرتے مدینہ طیبہ سے سو میل ورے وہ دولت ختم ہو گئی پھر رات وہیں پڑاؤ کیا اور عبداللہ بن جعفر طیار جو سیدنا حسن کے بہنوئی بھی ہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی کے بیٹے بھی انہیں شام واپس بھیجا کہ جاؤ اور امیر معاویہ سے دوبارہ مال لیکر آؤ چنانچہ حضرت عبداللہ وہاں پہنچے اور کہنے لگے یا امیر المومنین کچھ رقم اور دیجئے فرمانے لگے ابھی تو کچھ دن پہلے لے کر گئے تھے انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم ان کے پاس کچھ نہیں رہا امیر معاویہ نے طنز لطیف سے کہا **لا خیر فی الاسراف** کہ اسراف میں خیر نہیں ہے اور یہ کہہ کر دو لاکھ اور ہدیہ دے دیا عبداللہ بن جعفر طیار دوبارہ وہاں پہنچے اور بتایا کہ میں نے امیر المومنین سے کہا اور انہوں نے مجھے یوں الفاظ کہے ہیں **لا خیر فی الاسراف** تو سیدنا حسن نے جوابا کہا **لا اسراف فی الخیر** کہ خیر کے بانٹنے میں اسراف نہیں ہے اور قرآن نے تو دولت کو خیر ہی کہا ہے۔ جیسے آتا ہے قرآن پاک میں **وانہ لحب الخیر لشدید** قرآن نے تو

دولت کو خیر کہا ہے تو سیدنا حسن نے کہا کہ لا اسراف فی الخیر کہ یہ جو میں دولت تقسیم کر رہا ہوں بانٹ رہا ہوں اس میں اسراف نہیں ہے خیر کے تقسیم کرنے میں اور اس کے بانٹنے میں مساکین فقرا غربا یتامی بیوگان کا حق ان کو دینے میں یہ خیر ہے عمل بھی خیر ہے مال بھی خیر ہے اس میں جتنی بھی زیادتی کرتے چلے جاؤ گے اسراف نہیں ہے اس میں قبولیت کا درجہ ہے

یہ مختصر سی گزارشات تھیں جو آپ کی خدمت میں عرض کر دیں۔ پھر موقع ملا تو سیدنا معاویہؓ کی شخصیت کے دیگر پہلوؤں پر کچھ عرض کروں گا۔ بہرحال آج کی شام امیر وامام کے نام.........والسلام علیکم ورحمتہ اللہ۔

مودودی صاحب سے قاضی صاحب تک

حسن انتخاب — مولانا عبدالغفار حسن

جماعت اسلامی پاکستان کے بزرگ دانشور جناب نعیم صدیقی "ہفت روزہ" تکبیر (کراچی) میں آج کل "ہفت رنگ" کے نام سے کالم لکھ رہے ہیں۔ اور کچھ عرصہ سے قاضی حسین احمد کی "جمہوری" پالیسیوں پر اسلامی نقطہ نظر سے سخت تنقید کر رہے ہیں۔ اس ضمن میں جماعت اسلامی کے ایک سابق بزرگ کی تحریر سے یہ ایک اقتباس ایک معاصر سے ہم بھی نقل کرتے ہیں۔ اس کی اہمیت اسے پڑھ کر محسوس کی جاسکتی ہے۔ (ادارہ)

جناب نعیم صاحب آج کا جماعت کے توسیعی منصوبہ کے خلاف "ہفت رنگ" میں بہت کچھ لکھ رہے ہیں۔ وہ مولانا مودودی کی تحریروں کی روشنی میں اس کو غلط قرار دے رہے ہیں" حالانکہ ۱۹۵۱ء میں جماعت اسلامی نے الیکشن میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔

ظاہر بات ہے کہ الیکشن میں کامیابی عوامی مقبولیت کے بغیر نہیں ہو سکتی لہذا ضروری تھا کہ جماعت کی پالیسی میں وسعت پیدا کی جائے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ بانی جماعت اور میاں طفیل محمد کے زمانہ امارت میں عوامی مقبولیت کی رفتار مال گاڑی یا پسنجر ٹرین کی طرح تھی" موجودہ امیر جماعت نے یہ جرم کیا کہ اس کی رفتار کو "تیز گام" بنا دیا ہے۔

شخصی عقیدت میں غلو کا نتیجہ ہے کہ بانی جماعت کے طرز عمل کو غلطی سے پاک قرار دیا جا رہا ہے حالانکہ خود ان کے زمانہ میں خود ان کی صدارت میں الیکشن میں شرکت کے لئے فیصلے کئے گئے اور انقلابی قیادت کا نعرہ لگایا گیا۔ اصل میں بات یہ ہے کہ ۱۹۵۱ء تک مولانا مرحوم جمہوریت کے خلاف تھے لیکن اس کے بعد جمہوریت کی حمایت میں ان کی تحریریں منظر عام پر آئیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو "اسلام کا نظریہ سیاسی" میں ص ۴۳ مع حاشیہ ص ۴۶۔

(بہ شکریہ پندرہ روزہ "المنبر" فیصل آباد۔ ص ۱۳، ۱۴)

ایک اور رفیقِ ہجرتؓ

حبشی نژاد غلام زادے کی خوش بختی

شاہ بلیغ الدین

صفر کے آخری دن تھے یا ربیع الاوّل کے ابتدائی دن، طبقات ابن سعد سے معلوم ہوتا ہے کہ صفر کی آخری تاریخیں تھیں۔ ابھی ہجری سنہ شروع نہیں ہوا تھا۔ لیکن اس واقعے کے بعد شروع ہوجائے گا۔ مکے کے جنوب میں کوئی تین میل کے فاصلے پر ایک اونچا پہاڑ ہے۔ اس پہاڑ میں ایک غار ہے۔ اس کے آگے سے مسلسل تین دن تک بکریوں کا ایک ریوڑ صبح و شام گزرتا رہا۔ اللہ کے دو برگزیدہ بندے اس غار میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ روزانہ شام کو ان کے پاس تازہ ترین اطلاعات پہنچتی رہتی تھیں

یہ کام سیدنا حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر انجام دیتے تھے۔ تاریخ اسلام میں اس گھرانے کے علاوہ کوئی ایسا کنبہ نہیں جو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اس درجہ جاں نثار اور راز دار تھا۔ حضرت ام رومان، حضرت عائشہ، حضرت اسماء اور حضرت عبدالرحمٰن ہی نہیں اس گھرانے کے غلام بھی اللہ کے رسول کے معتمدِ علیہ تھے۔ شاید اس لئے قرآن حکیم نے سب سے پہلے حضرت ابوبکر کے لئے صحابی کا لفظ استعمال کیا صحابی کا لفظ تو پھر عہدِ نبوی کے سب اہلِ ایمان کے لئے استعمال ہونے لگا لیکن قرآن حکیم انہیں الفاظِ وحی میں یہ شرف صرف اور صرف صدیقِ اکبر کو حاصل ہوا۔ اللہ کے رسول کے یہ اہلِ بیت اپنے دینی کارناموں کیلئے تو سب میں منفرد اور ممتاز ہیں

اس خیال سے کہ خبریں پہنچانے والے نوجوان کے قدموں کے نشان دشمنوں کو نہ مل سکیں۔ ریوڑ صبح و شام غار کے آگے سے لے جایا جاتا۔ چرواہا ان برگزیدہ مسافروں کا رازدار تھا۔ تین دن اس حال میں گزرے۔ چرواہا چوتھے دن منہ اندھیرے ایک اور آدمی کے ساتھ وہاں پہنچا۔ اس کے ساتھ دو اونٹنیاں بھی تھیں۔ وہ آدمی راستے بتانے

والا تھا۔ اپنے کام میں بڑا ہوشیار۔ بنو وائل سے اس کا تعلق تھا۔ تھا تو وہ کافر مگر اجرت پر آیا تھا اور بھروسے کے قابل تھا۔ جب یہ اللہ والے وہاں سے نکلے تو اس چرواہے کو بھی ساتھ لے لیا گیا۔ بخاری کی روایت ہے کہ دو اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی پر دو اصحاب سوار تھے ـــــ ایک آقا ایک غلام! آقا حضرت ابوبکر صدیقؓ اور غلام حضرت عامر بن فہیرہ! وہی جو پچھلے تین دن سے بکریوں کا ریوڑ لاتے اور لے جاتے رہے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے انھیں آزاد کردیا تھا۔ لیکن یہ انھیں کے پاس رہتے تھے۔ ساتھ والی اونٹنی پر آقائے دو جہان سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ آگے آگے بنو وائل کے عبداللہ بن اریقط راستے دکھاتے چل رہے تھے جو بعد میں ایمان لے آئے۔

مسافران راہ خدا یثرب کے راستے پر چل پڑے تھے لیکن یہ عام راستہ نہ تھا۔ سمندر کے کنارے کنارے ہو کر نہ جانے کن کن راستوں سے مڑتے مڑاتے، بچتے بچاتے اللہ کے یہ نیک بندے یثرب پہنچنے والے تھے۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص گھوڑا اڑائے نیزہ تانے ان کی طرف بڑھا چلا آرہا ہے۔ یہ سراقہ بن حعبشم تھا۔ جو ـــــ خاکم بدہن ـــــ حضور اکرمؐ کی جان لینے کے ارادے سے نکلا تھا۔ سرداران قریش نے اعلان کیا تھا کہ جو اس کوشش میں کامیاب ہوجائے گا اسے ایک سو سرخ اونٹ ملیں گے۔ سراقہ نکلا تو بری نیت سے تھا پہنچا بھی ٹھیک جگہ تھا۔ لیکن جسے خدا رکھے اسے کون چکھے۔ اللہ کے برگزیدہ بندوں کو نظروں کے سامنے دیکھ کر جب بھی وہ بری نیت سے جھپٹتا جلال نبویؐ سے بھری ہوئی نگاہ اٹھتی اور اس کا گھوڑا ٹھوکر کھا کر گر پڑتا۔ بے ایمان شکی یہ حال دیکھ کر گھبرایا۔ عرب کے طریقے کے مطابق اس نے فال دیکھی کہ ـــــ حملہ کروں یا نہیں! اشارہ نکلا کہ ـــــ یہ خیال بھی نہ کرنا لیکن سو اونٹوں کا انعام بہت بڑا انعام تھا۔ وہ فال کی پرواہ نہ کر کے آگے بڑھا۔ اس مرتبہ اس کا گھوڑا اڑ گیا۔ پھر اس نے فال دیکھی پھر وہی اشارہ نکلا۔ اب اس کا ماتھا ٹھنکا۔ اس نے دل ہی دل میں توبہ کی۔ گھوڑا چھوڑ دیا۔ بھالا پھینک دیا۔ دوڑ کر آگے پہنچا۔ بولا ـــــ آیا تو بری نیت سے تھا لیکن اب توبہ کرتا ہوں۔ آپؐ تک پہنچ جانے کا کسی سے ذکر بھی نہ کروں گا۔ بس میری خطا بخشی جائے اور دو بول امن کے میرے لئے لکھ

دیئے جائیں تاکہ زندگی میں کبھی میرے کام آئیں! حضرت عامر بن فہیرہؓ کے پاس چمڑے کا ایک ٹکڑا تھا۔ بخاری میں ہے انھیں حکم ہوا کہ ـــــ اسے امن نامہ لکھ دیا جائے! کیا سعادت حضرت عامر بن فہیرہؓ کی قسمت میں آئی تھی کہ بارگاہ نبویؐ کے کاتب بن گئے تھے۔ بعد میں اس امن نامے سے سراقہ نے بڑا فائدہ اٹھایا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ نے ایمان کی دولت عطا فرمائی۔

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان بزرگوں میں سے ہیں جنھوں نے اعلان نبوت کے بعد ہی بہت جلد اسلام قبول کر لیا تھا۔ طبقات ابن سعد کی روایت ہے کہ اس وقت تک حضور اکرمؐ اپنے گھر سے حضرت ارقمؓ کے گھر منتقل نہیں ہوئے تھے۔

طبقات میں ہے حضرت عامرؓ اصل میں طفیل بن حارث کے غلام تھے۔ مسلمان ہوئے تو طفیل نے ان پر مظالم ڈھانا شروع کیئے۔ جیسی اذیتیں حضرت بلالؓ کو دی جاتی تھیں ویسی ہی تکلیفیں حضرت عامرؓ بن فہیرہ کی قسمت بھی لکھی تھیں۔ آخر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت بلالؓ کی طرح انھیں بھی خرید لیا اور خرید کر آزاد کر دیا۔

حضرت عامرؓ بھی حبشی نژاد تھے۔ ہجرت کے وقت تیس برس کی عمر تھی۔ ابن سعد چھتیس کا بتاتے ہیں۔ حضور اکرمؐ اور حضرت ابو بکرؓ کو کس درجہ ان پر اعتماد تھا اس کا اظہار اس امر سے ہوتا ہے کہ ایک انتہائی نازک موقع پر انھیں ساتھ رکھا گیا۔ یہ بات ان کی منزلت کو ظاہر کرتی ہے۔ حضرت عامرؓ بدری صحابہ کرام میں سے ہیں اور جنگ احد میں بھی شامل رہے۔ اصحاب بدر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے۔

سن ۴ ہجری میں نجد کا ایک سردار ابو براء بن عامر حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اس نے آپؐ سے درخواست کی کہ کچھ صحابہ کو تبلیغ کے لئے نجد کے علاقے میں بھیجا جائے۔ بخاری میں ہے ستر اصحاب کی ایک جماعت روانہ کی گئی۔ جب یہ بزرگ ابو براء کے علاقے میں پہنچے تو ایک چشمے پر جس کا نام معونہ تھا انھوں نے پڑاؤ ڈالا۔ ابو براء نے ان کی جان و مال کی حفاظت کا وعدہ کیا تھا لیکن مبلغین کی اس جماعت کو کافروں نے شہید کر دیا۔

دھوکہ سے مسلمان شہید کیئے جارہے تھے۔ کافروں میں ایک شخص جبار بن سلمی نے حضرت عامرؓ بن فہیرہ کا نشانہ لیا اور ان کے کندھوں کے درمیان بھالے سے وار کیا۔ کڑا وار تھا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں۔ نیزے کی نوک سینے میں دھنس کر پشت سے نکل گئی۔ زبان سے بے اختیار ایک جملہ نکلا ـــــ اللہ کی قسم میں تو اپنی مراد کو پہنچ گیا! جبار نے آگے بڑھ کر دیکھا تو چہرے پر اطمینان کی جھلک اور ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ موت کا کوئی خوف نہ تھا۔ جبار نے دل میں سوچا ـــــ اسے کونسی مراد مل گئی۔ کیا یہ قتل نہیں ہوا؟ جھک کر دیکھا تو جسم ٹھنڈا ہوچکا تھا۔ جبار کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ رہ رہ کر مرنے والے کا جملہ اس کے دل میں کھٹکتا رہا۔ جبار کے بیٹے روایت کرتے ہیں کہ ـــــ ہمارے والد نے مسلمانوں سے مل کر اس جملے کا مطلب پوچھا۔ جب انھیں معلوم ہوا کہ یہ شہادت کی تمنا تھی تو اس اللہ کے بندے کو بڑا تعجب ہوا کہ ایمان کی دولت سے سرفراز ہو کر مسلمان کیسے سرفروش اور کیسے جاں باز بن جاتے ہیں۔ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ جبار بن سُلیمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کا بھی سخت دشمن تھا اور اس فکر میں مستقل سرگرداں رہا تھا لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا دل پھیر دیا۔ اس جملے نے جبار بن سلمی پر اس حد تک اثر کیا کہ وہ گھر بار چھوڑ کر نکلے اور ایمان لے آئے۔ مومن کا مقام دیکھئے کہ وہ مرتے مرتے بھی تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیتا ہے۔

امیر شریعت نمبر

○ خطیب الامت، بطلِ حریت، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے صد سالہ یوم ولادت ۱۹۹۲ء کے موقع پر ادارہ نقیب ختم نبوت اپنی خصوصی اشاعت "امیر شریعت" نمبر (حصہ اول) پیش کرچکا ہے۔ اس نمبر کو اندرون و بیرون ملک اتنی پذیرائی ملی کہ بہت سے احباب اس کے حصول کیلئے ہمیں خطوط لکھ رہے ہیں ـــــ **تمام احباب اور قارئین** مطلع رہیں کہ اب ادارہ کے ذخیرہ میں بھی اس کے نسخے ختم ہوچکے ہیں۔

○ ہم اپنے وعدہ کے مطابق ان شاء اللہ جلد ہی امیر شریعت نمبر حصہ دوم قارئین کی خدمت میں پیش کررہے ہیں۔ تفصیلات آئندہ کسی شمارہ میں شائع کردی جائیں گی۔ (مدیر)

سید عطاء المحسن بخاری

کوثر نیازی کے نام کھلا خط ۔۔۔۔۔!

جناب کوثر نیازی صاحب نے عورت کی فرماں روائی کے بارے میں خامہ فرسائی کی اور دعووں کی لائن لگا دی۔ ذیل کی گفتگو انہی سے خطاب کی صورت میں ہے۔
میں نے جنگ کی معرفت انہیں عریضہ ارسال کیا تھا مگر انہوں نے نہ تو جواب عنایت فرمایا اور نہ ہی جنگ والوں نے "میری" "صحافت اور" جنگی "معیار پر پرکھا (واللہ اعلم) اب میں اسے نقیب ختم نبوت میں شائع کر رہا ہوں جو قدرے وضاحتوں کے ساتھ نذر قارئین ہے۔ اسے نیازی صاحب بھی ملاحظہ فرمانے کی زحمت کریں اگر انہیں فرصت ہو تو! شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

جناب کوثر نیازی صاحب زادک اللہ علماواتباعاً ـــــــــــــ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ
امید ہے آپ اعمال واحوال کے اعتبار سے بالکل بخیر ہوں گے" اللہ خیر کرے۔ روز نامہ جنگ میں آپ کے مشاہدات و تاثرات پڑھے۔ ان خیالات اور فکر کے مختلف گوشوں کی نقاب کشائی سے واضح ہوا کہ مشاہدہ نامکمل اور تاثر بہت ہی کمزور و ناقص ہے۔ آپ نے عورت کی فرماں روائی کے بارے میں جو کچھ بھی لکھا ہے یہ زیادہ سے زیادہ آپ کے "استنباط و اجتہاد کی زد میں تو آ سکتا ہے اور بس۔ اور یہ تمام "استنباط" اس شخص کے لئے قابل قبول اور قابل عمل ہے جو آپ کو کسی درجہ میں بھی مجتہد مانے اور وہ سوائے پی پی پی کے مجاہیل کے کوئی دوسرا عنصر نہیں، خاطر جمع رہیں۔ ایں جانب تو اسے فکری ژولیدگی کے سوا کچھ اور نہیں سمجھ سکے۔
جہاں تک اخذ کر سکا ہوں آپ کے خیالات کا خلاصہ ہے
(۱) عورت کی فرماں روائی کے بارے میں شریعت مطہرہ میں نہی صریح نہیں ہے
(۲) عورت کی فرماں روائی کے بارے میں کوئی اشاراتی امر نہی بھی نہیں ملتا
(۳) جو حدیث ایرانی عورت کے بارے میں پیش کی جاتی ہے وہ حدیث نہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر الزام و اعتراض کے لئے روافض کے سرخیل لوگوں کی گھڑی ہوئی بات ہے۔
جناب والا! شریعت مطہرہ میں جو امور حجت ہیں وہ بھی امید ہے آپ کی نگاہ سے اوجھل نہیں ہوں گے جو درج ذیل ہیں .... اعمال رسول، اقوال رسول، آثار و اعمال خلفاء راشدین یا مطلقاً آثار صحابہؓ، بعد کے بزرگوں میں امت کے متفقہ مجتہدین۔ اب آپ توجہ فرمائیں کہ تمام ذخیرہ احادیث میں، آثار صحابہ میں، یا ائمہ مجتہدین میں عورت کی فرماں روائی کے حق میں کوئی واضح مثبت حکم ہے؟
دلالتہ النص عبارۃ النص یا اشارۃ النص سے عورت کی فرماں روائی کا اثبات ہوتا ہے؟
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مقدس کی عورت کی فرمارروائی کے لئے کوئی عملی نظیر، خلفاء راشدین رضی

اللہ عنہم کے مبارک عہد کی کوئی عملی نظیر جس سے عورت کی فرماں روائی کا استحقاق ثابت ہوتا ہو مطلقاً عہد صحابہ (جو سراپا خیر تھا) کی کوئی عملی نظیر جو آپ کے "اجتہاد" کی تائید کرے ائمہ مجتہدین کی کوئی اجتہادی تعبیر جو آپ کے مزعومات کی فقہی تشریح میں آپ کا ساتھ دے؟ ایسی کوئی صورت ہے تو ہم فقیروں کے کشکول میں بھی خیر ڈال دیں کہ اہل ثروت تو غریب نواز ہوتے ہیں ویسے بھی اب آپ اسلامی مشاورتی کونسل کے چیئرمین ہیں اور اب تو آپ کے مجتہدات مقبول "بارگاہ" ہوں گے اور غالباً اسی لئے آپ مسلمانوں کے درخشندہ ماضی سے کوئی نظیر لانے کی بجائے دور ظلمت و جہالت کی بے نظیر لے آئے ہیں۔ اور ان کے آتے ہیں آپ کی بن آئی گویا.... بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا

جناب والا مزید توجہ فرمائیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہ۔ سیدہ ام سلمہ۔ سیدہ حفصہ۔ سیدہ زینب بنت جحش۔ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہن، یہ ازواج رسول علم و عمل میں یکتا تھیں۔ خصوصاً سیدہ عائشہ جن کے بارے میں صحابہ کا اتفاق ہے کہ دین کا ۱/۲ احصہ انہی سے منقول ہے۔ کیا انہیں بھی حضور علیہ السلام نے صحابہ کے شانہ بشانہ اپنی شوریٰ میں نامزد کیا؟ اس کا جواب بھی اگر مرحمت فرمائیں تو بندہ پروری... ان تمام سوالات کا جواب یقیناً نفی میں آئیگا ان شاء اللہ۔

اور میں سمجھتا ہوں کہ شریعت مطہرہ ایسی کسی صورت کی بھی تصویب نہیں کرتی۔ رہی غیر شرعی صورتیں تو یہ اس نظام یہود و نصاریٰ کا خاصہ ہیں۔ چونکہ آپ نے ایک مشرکانہ نظام قبول کیا ہے اس لئے اسکی تمام قباحتیں بھی آپ کو خوبیاں معلوم ہوتی ہیں۔ مہربانی کریں اس ناپاک نظام کی برائیوں کو دینی روپ نہ دیں یہی علماء یہود کی صفت تھی سورہ مائدہ بغور بلکہ ڈوب کے پڑھیں۔ اس مسئلہ کے لئے ایرانی تیسحہ کے خلاف پیش کی جانے والی روایت کی صحت و عدم صحت پر بحث بے معنی ہے جبکہ تمام کتب حدیث میں باب الامارۃ موجود ہے جسمیں اس گتھی کو سلجھا دیا گیا ہے۔ اس میدان میں آپ کو اپنے "استنباط" کا خرلنگ بھگانے کی ضرورت نہیں۔ حضور احکم الناس صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرما دیا۔ **والمراۃ راعیۃ علی بیت زوجھا وھی مسئولۃ عنھا** (او کما قال)۔

عورت اپنے خاوند کے گھر کی حاکمہ ہے اور اس کی جوابدہ بھی ہے

اس حدیث گرامی میں عورت کے دائرہ کار کا تعین بھی ہے اور حیثیت بھی متعین کر دی گئی ہے کہ عورت اپنے خاوند کے گھر کی حاکمہ ہے ملک کی نہیں۔ بے نظیر بھی آصف زرداری کے بیت الفساد کی حاکمہ ہے اور اسکی جواب دہ بھی ہے۔ پاکستان کی نہ وہ حاکمہ ہے۔ نہ اسکے بارے میں جوابدہ۔ چونکہ نبی علیہ السلام نے عورت کا دائرہ کار متعین کر دیا ہے اس لئے اب جو عورت بھی نافرمانی کرے گی وہ مجرمہ ہے اور آپ جیسے "فقیہ" مجرم "اس گستاخی پر بڑا بے ادب ہوں سزا چاہتا ہوں" اور آپ ایسے "فقیہان حرم" نے بے نظیر جیسی دیگر عورتوں کو گستاخ کر دیا ہے گویا

کرمہائے توا ینہا کرد گستاخ

آخر میں گزارش ہے کہ دین کے بارے میں عقل کل بننے کی کوشش ہی تمام ضلالتوں کی جڑ ہے۔

ہر چند عقل کل شدہ ای بے جنوں مباش

والسلام۔

عطاء الحسن

دفتر مجلس احرار اسلام دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

خادم حسین

کہانی

ایک تھی ملکہ..........

ہزاروں سال پہلے کی بات ہے کہ کسی ملک پر ایک ملکہ حکومت کرتی تھی۔ بڑی دانشمند، مہربان اور انصاف پسند! اس کے زمانے میں ملک نے بہت ترقی کی۔ رعایا اس کو بہت پسند کرتی تھی اس بات کی شہادت نہ صرف اس زمانے کے محکمہ اطلاعات کے کتابچوں اور پریس نوٹوں سے ملتی ہے بلکہ ملکہ کی خود نوشت سوانح عمری سے بھی۔

ملکہ عالیہ کے زمانے میں ہر طرف آزادی کا دور دورہ تھا۔ مذہب اور اخلاق سے عوام آزاد تھے۔ اخبار آزاد تھے۔ کہ جو چاہیں لکھیں۔ بشرطیکہ وہ ملکہ کی تعریف میں ہو، خلاف نہ ہو۔ ہوتا یہ آیا ہے کہ امیر اور جاگیردار عیش کرتے ہیں اور غریبوں کو کوئی پوچھتا بھی نہیں۔ مگر اس کے دور میں امیر لوگ عیش نہیں کرتے تھے۔ اور غریبوں کو ہر کوئی اتنا پوچھتا تھا کہ وہ تنگ آجاتے تھے۔ لوگ ننگے کلبوں میں جاتے تھے۔ ایک دوسرے کو جلسوں میں ننگا کرتے تھے۔ عوام تک کے کپڑے اتار لیتے تھے۔ عورتیں ننگی گھومتیں تھیں، ننگی ناچتیں تھیں۔ کاغذ کی روٹی، کاغذ کا کپڑا اور کاغذ کے مکان رعایا میں تقسیم کئے جاتے۔ انصاف لوگوں کی دہلیز تک پہنچایا جاتا۔ عوام اس بے خوفی کی زندگی بسر کرنے کہ مقتول قاتل کی نشاندہی کرتے ہوئے ڈرتا۔

ملکہ کا زمانہ ترقی اور خوشحالی کے لئے بہت مشہور ہے۔ غریبوں اور کسانوں سے اسے بہت ہمدردی تھی۔ ہر طرف خوشحالی ہی خوشحالی نظر آتی۔ کہیں تل دھرنے کو جگہ باقی نہ تھی۔ اپنی رس بھری تقریروں سے ملکہ نے غریب عوام کا مقدر بدل دیا تھا۔ جو لوگ لکھ پتی تھے دیکھتے دیکھتے کروڑ پتی ہوگئے۔ اس کے وزیر غریبوں کا خون نہیں پیتے تھے۔ اگر کبھی غریبوں کا خون چوسنے کو جی چاہتا تو تھوڑی سی شراب پی لیتے تھے۔ حسن انتظام ایسا تھا کہ امیر لوگ سونا اچھالتے اچھالتے ملک کے اِس سرے سے اُس سرے تک بلکہ بعض اوقات بیرون ملک بھی چلے جاتے تھے۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ پوچھے اتنا سونا کہاں سے آیا اور کہاں لئے جا رہے ہو۔

مؤرخ لکھتے ہیں کہ اس نے شادی بھی غریب گھرانے کے ایک فرد سے کر لی تھی اور نکاح اپنے وقت کے پتھر الاسلام خواجہ عذاب اللہ کثیر الفسادی نے پڑھایا تھا۔ اسے روحانیت سے شغف تھا۔ کئی پیروں کی دعائیں لیں اور کئی مزاروں پر حاضری دی۔ طبیعت میں عفو اور درگذر کا مادہ ازحد تھا۔ اگر کوئی آ کر شکایت کرتا کہ فلاں شخص نے مار دینے کی دھمکی دے کر کروڑوں روپے ہتھیا لئے ہیں۔ یا فلاں کارخانے یا زمین پر قبضہ کر لیا ہے تو مجرم خواہ ملکہ کا کتنا ہی قریبی عزیز کیوں نہ ہو، وہ کمال سیر چشمی سے اسے معاف کر دیتی تھی۔ بلکہ شکایت کرنے والے پر خفا ہوتی تھی کہ عیب جوئی بری بات ہے۔

اس کے دور میں زنا نام کو نہ تھا۔ مرد اور عورت ایک پیالے میں شراب پیتے، سوشل کنٹریکٹ کرتے،

مجال ہے کبھی فتور ہو جائے۔ اس کے عہد میں کاغذ کے نوٹ اور کاغذ کے ووٹ چلتے تھے۔ کاغذ کا ایمان اور کاغذی مسلمان تھے۔ کاغذ کے اخبار اور کاغذی کالم نگار تھے۔ ملکہ کی باتیں بصیرت سے خالی اور وعدے حقیقت سے خالی تھے۔ ملکہ کے وزیروں کے نام بڑے اور درشن چھوٹے تھے۔

قصّہ گو کہتے ہیں کہ ملکہ کی ماں اپنے بیٹے کو بادشاہ بنانا چاہتی تھی۔ ملکہ کو یہ بات پسند نہ آئی۔ حکومت ویسے ہی بہت بری چیز ہے۔ اورنگزیب نے اس کی خاطر اپنے باپ کو جیل میں ڈال دیا تھا اور بھائیوں کو مروا دیا تھا۔ اور پھر اقتدار نے تو نبی ﷺ کے نواسے رضی اللہ عنہ کو معاف نہیں کیا تھا۔ ملکہ کی ماں اور اس کا بھائی کس باغ کی مولی تھے۔ اس نے اپنے بوڑھے مشیروں کے کہنے پر بھائی کو قید کر دیا اور ماں کو محل سے نکال دیا۔

ملکہ کے دور کے فردوسی نے اپنے دیوان میں اس کا قصیدہ یوں لکھا ہے۔

کیا رخ پہ اس کے لالی تھی — اک آمر نے وہ پالی تھی
منہ سرخ اور دل کی کالی تھی — تھا درد اسے مزدوروں کا
ناداروں کا مجبوروں کا — خود ٹولہ تھا مغروروں کا
وہ حرص و ہوس کی ماری تھی — اسے کرسی کی بیماری تھی
وہ پاپی ایک شکاری تھی — وہ سوشل بین بجاتی تھی
پر کولہوں کو مٹکاتی تھی — کیا خوب وہ ناچ دکھاتی تھی
تھی حافظ لال کتابوں کی — تھی عاشق سرخ شرابوں کی
اور حامی خون خرابوں کی — ہر شہر میں خوب اچھلتی تھی
ہر جگہ پہ رنگ بدلتی تھی — خود اپنی آگ میں جلتی تھی
وہ نام اسلام کا جپتی تھی — قرآن پہ ہاتھ بھی رکھتی تھی
پر تسبیح غیر کی پڑھتی تھی

تاریخ میں آیا ہے کہ جب ملکہ کا دل حکومت سے بھر گیا تو وہ اپنی چیک بکیں لے کر تارک الدنیا ہو گئی۔ کوہ قاف کی طرف نکل گئی۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ان کے دلوں میں وہ اب بھی زندہ ہے واللہ اعلم بالصواب!

(استفادہ "اردو کی آخری کتاب" از ابن انشاء)

فرمانِ رسول ﷺ

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ - قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :
مَنْ سَبَّ الْأَنْبِيَاءَ قُتِلَ ! وَمَنْ سَبَّ أَصْحَابِيْ جُلِدَ - !

جو شخص انبیاء علیہم السلام کو برا کہے ؟ اُس کو قتل کر دیا جائے ! اور جو شخص میرے صحابہ کو گالی بکے اُس کی دُرّوں سے پٹائی کی جائے - !

حافظ اقبال

زبان میری ہے بات اُن کی

معاشرہ کے غریب طبقہ میں پائی جانے والی مایوسی "طویل دور آمریت" کا نتیجہ ہے۔
(جنگ ۱۴ دسمبر) ٹوچی خاں پی پی پی

خاں صاحب آپ بھول گئے یا آپ نے بھلا دیا "غریب طبقہ میں مسلسل دیکھی جانے والی مایوسی، بے چینی، جہالت کے بھیلتے سائے، دریدہ قبائیں اور اجڑے چہرے" جاگیر دارانہ موذی نظام اور ذہنیت کی مکروہ "یادگار" ہے۔ جس کے ایک رکن تو آپ ہیں اور دوسرے اراکین بے نظیر زرداری، فاروق لغاری، غلام مصطفےٰ جتوئی، مخدوم خلیق الزماں، اکبر بگتی اور نصر اللہ خان ہیں۔ آپ اور آپ کے ساتھی مل کے یہ "کورس" گا رہے ہیں۔ شاید اپنے آپ کو اور اپنے بد صورت اعمال کو چھپانے کیلئے جیسے

"چوروی کمندا چور اوئے چور"

× کتے کے پلے کی کارستانی، بلدیہ خان گڑھ کے پیدائش رجسٹر کا حلیہ بگاڑ دیا۔ (جنگ ۱۴ دسمبر)
"تمام قومی امور کے ریکارڈ ضائع کرنے والے بھی کتے کے پلے ہی تو ہوتے ہیں"
ہاتھ لا استاد کیوں کیسی کہی.....؟

ساہیوال پولیس نے ڈاکوؤں کا غصہ بے گناہ شہریوں پر نکال دیا (جنگ ۱۴ دسمبر)

ایک ساہیوال پر ہی کیا موقوف ہے سارے ملک کی پولیس جنگلی ڈاکوؤں، شہری ڈاکوؤں، سیاسی ڈاکوؤں اور حکومتی ڈاکوؤں کا غصہ ملک کے متوسط اور شریف شہریوں پر نکال رہی ہے۔ اور غصہ نکالنا بھی ایک بہت بڑا فن "بلکہ" پھن" ہے۔ جہاں بھی اور جب بھی پھن "کھلر" جاتا ہے اسے سکیڑنے کیلئے شریف شہری کی شرافت اور مجبوری کام میں لائی جاتی ہے۔ سو پشت سے آزمودہ "نسخہ وفا" ہے۔

جنرل آصف نواز کی موت دل کا دورہ پڑنے سے ہوئی (سرکاری ترجمان) (جنگ ۱۴ دسمبر)

جنرل ضیاء الحق، جنرل اختر عبدالرحمن اور ملٹری کی کریم ستلج کی پیاسی ریت اور گرسنہ وادی میں جل کر خاکستر کرائی گئی تو ۹۰ میں پی پی پی کے ایک وزیر "بابد بیر" نے کہا تھا "جنرل ضیاء الحق کو اللہ نے مارا ہے۔"
کیا اب جنرل آصف نواز کو اللہ نے نہیں مارا؟

مرکزی جمعیت اہل حدیث مسلم لیگ (ن) کو چھوڑ گئی۔ پی ڈی ایف کی حمایت کا اعلان
مسلم لیگ سے ناطہ توڑا پی ڈی ایف سے رشتہ جوڑا

کس حدیث کی روشنی میں؟

یہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا

* بے نظیر بدل گئی ہے، ماں سے انتقام لے رہی ہے، اختیارات واپس لونگی جب تک بے نظیر مجھے خود نہیں بلائے گی اس کے پاس نہیں جاؤنگی۔ (نصرت بھٹو ایرانی نوائے وقت ۱۶ دسمبر)

پہلے بے نظیر بھٹو تھی اب بے نظیر داری ہے

پہلے اور "اب" میں فرق "صاف ظاہر ہے"

کارکن مل کے رو رہے ہیں "ہائے نی ماں" "سبھی کتھے ڈاں"

* بغداد اور غرناطہ کے بعد "سقوط ڈھاکہ" سب سے بڑا المیہ ہے، ہم سے ہمارا ماضی چھین لیا گیا۔ (نوائے وقت ۱۶ دسمبر، سکندر حیات، راؤ فرمان، فیض علی چشتی، گل حسن، کے ایم عارف، اسلم بیگ)

سقوط بغداد کا سب سے بڑا اور "برا" کردار ابن علقمی تھا جو بنی امیہ اور بنی عباس کا دشمن "رافضی فاطمی" تھا۔ غرناطہ کے "سقوط" کا مرکزی "بد کردار" بھی "رافضی فاطمی" دشمن بنی امیہ تھا اور "سقوط ڈھاکہ" میں فحاشی، بدمعاشی، عیاشی اور سفلگی و کمینگی کا پیکر خبیث بھی "رافضی باطنی فاطمی" جنرل آغا یحییٰ خاں تھا۔

جو بنی امیہ کی دشمنی کو عبادت سمجھتا تھا۔ تاریخ گواہ ہے کہ بنی امیہ کے تمام دشمن اسلام اور مسلمانوں کی ترقی اور وجود کے بھی دشمن ہیں۔ نہ انکی دوستی اچھی نہ انکی دشمنی اچھی

* ہم نواز شریف کو آصف نواز کیس میں رگڑا لگا سکتے تھے (احمد مختار) خبریں ۱۶ دسمبر

آپ خیر سے زرداریوں کی پیپلز پارٹی کے رکن رکین ہیں اور معروف جوتا ساز فیکٹری سروس کے اربوں پتی کشمیری مالک، مشہور ہے بھائی ہی بھائی کا دشمن ہوتا ہے کیونکہ وہ شریک ہوتا ہے۔ احمد مختار بھی کشمیری، نواز شریف بھی کشمیری۔ محاورہ ہے "سپ سپ نوں لڑتے وس کنہوں چڑھے" (سانپ کو سانپ لڑے تو بس کے چڑھے) ہاں بس گھولی جاسکتی ہے۔ سو احمد مختار صاحب بس گھول رہے ہیں لیکن انہیں شاید اللہ کے نظام پر یقین نہیں حالانکہ ظہور الہی فیملی کا زوال ان کے لئے بڑی روشن دلیل ہے اور مختار صاحب کو معلوم ہے کہ وہ رگڑا لگاتے تو دھرر گڑا انہیں بھی لگ جاتا۔

* وزیر اعظم بے نظیر نے ہیڈ اسلام کے قریب فوجی مشقیں دیکھیں۔ (خبریں، ۱۶ دسمبر)

اور ماں بیٹی کی جنگ۔۔۔۔۔۔؟

فوجی مشقوں کا معائنہ بہت نفع بخش ثابت ہوا ہوگا؟ ماں لنکا دیوی، پتری قلو پطرہ واہ رے تریاہٹ، ہت ترا کیا کہ

* "۱۰۰ سے زائد امریکی کمانڈوز پاکستان آرہے ہیں"

واپس کتنے جائیں گے؟

* "جنوری میں مشترکہ فوجی مشقیں کریں گے" (۲۱ دسمبر نوائے وقت)

اور یہ مشق ستم کب تک جاری رہے گی؟

* وزیر اعلیٰ اور پرنسپل ایڈوائزر کے اختیارات، آج اہم فیصلے ہوں گے۔ وزیر اعلیٰ اپنے موقف سے صدر اور وزیر اعظم کو آگاہ کر چکے ہیں۔ (نوائے وقت ۲۱ دسمبر)

کہ.... ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی
مختاری ہے زرداری کی، یا فیصل اور لغاری کی

پنجاب میں اندھیر نگری، جیالوں اور ڈاکوؤں کو کھلی چھٹی پرویز الٰہی (نوائے وقت ۲۱ دسمبر)

اک آپ کا دور پرویزی تھا
اور اب ہے دور چنگیزی
پہلے حیلہ پرویزی تھا
اب یہ حیلہ چنگیزی

ہمارے رکن کو گولی کا نشانہ بنایا گیا، یہی عالم رہا تو کوئی بھی محفوظ نہیں رہ سکتا(شہباز شریف، نوائے وقت ۲۱ دسمبر)

احسان الٰہی ظہیر شہید حقنواز شہید اور ایثار القاسمی شہید، اور دیگر بیسیوں شہداء کے یتیم بچوں اور بیوگان کی فغاں سے بچو!

"شریفوں" کے دور "شرافت" میں بے گناہ بہنے والا لہو آپ کو پکارتا رہا۔ جب اقتدار کی زبان گنگ ہو گئی تو مظلوموں کی آہ و بکا نالہ و شیون رنگ لاکے رہی! یہ مکافات عمل ہے۔

- بے نظیر اور نصرت بھٹو ۶۰ ارب کے اثاثوں کی تقسیم کیلئے اکٹھی سوئٹزر لینڈ جا رہی ہیں۔ اس رقم کی تقسیم نے ہی بھٹو خاندان کو لڑایا(ترجمان مسلم لیگ(ن) ۲۱ دسمبر)

تاج دار ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مجھے تمہارے فقیر ہونے سے ڈر نہیں لگتا میں تو تمہارے سرمایہ دار ہونے سے ڈرتا ہوں یہ سرمائے کی کثرت تمہیں اسطرح ہلاک کردے گی جسطرح تم سے پہلے ہلاک ہوئے (الحدیث الشریف مفہوم)

- ایٹمی پروگرام رول بیک کرنا مشکل ہے، ایسا ہوا تو قوم کو معلوم ہو جائیگا۔(نوائے وقت ۲۱ دسمبر، منیر احمد خان)

لیاقت علی خاں قتل ہوئے، قوم کو کیا معلوم ہوا؟

لیاقت علی کے قتل کی تحقیق کرنے والے جنرل افتخار اور برگیڈیئر شیر خاں ہوائی حادثہ میں شہید ہوئے تو قوم کو کیا معلوم ہوا؟

جنرل محمد ضیاء الحق، جنرل اختر عبدالرحمن اور ان کے ستائیس جلیل القدر ساتھی، روح پاکستان جلا کر راکھ کر دی گئی، قوم کو کیا معلوم ہوا؟

معاہدہ تاشقند، قوم کو کیا معلوم ہوا؟

شملہ معاہدہ، قوم کو کیا معلوم ہوا؟

جنیوا معاہدہ، قوم کو کیا معلوم ہوا؟

حمود الرحمن کمیشن رپورٹ، قوم کو کیا معلوم ہوا؟

۹۰ میں بے نظیر اسحٰق خان اسلم بیگ کی موجودگی میں ایٹمی پروگرام رول بیک کیا گیا، قوم کو کیا معلوم ہوا؟

اور اس جیسے بہت سے واقعات۔۔۔۔ قوم کو کیا معلوم ہوا؟

کب اور کس دور میں کسی "ظالم" نے قوم کو معلوم کرانا ضروری محسوس کیا؟ یا قوم کا معلوم کرنا برداشت کیا؟

بے نظیر کی حکومت ختم کی گئی کیوں؟ قوم کو کیا معلوم ہوا؟

حکومت نواز شریف کے قدموں میں پکے پھل کیطرح آگری پھر ٹوٹی تو سپریم کورٹ نے فیصلہ نواز شریف کے حق میں دیا۔ پھر بھی اسکو نو دو گیارا کر دیا گیا، کیوں؟ قوم کو کیا معلوم ہوا؟

اور اب پھر بے نظیر زرداری اقتدار کے سنگھاسن پر براجیں۔ یہ سب کچھ کیا اور کیوں ہوا اور اب پھر قائد اعظم ثانی۔۔۔۔۔قوم کو کیا معلوم ہوا؟

اور قوم کو کیوں معلوم ہو، اشرافیہ کے کرتوتوں کا۔ علم کمیوں اور ووٹروں کو کیوں ہو۔ یہ تو جمہوری روایات کے خلاف ہے۔

منجدھار کی آغوش میں پہنچا کے سفینہ
ہر موج سبکدوش ہے معلوم نہیں کیوں

سرحد کابینہ کا آٹھ رکنی آزاد گروپ بکھر گیا۔ گنڈا پور مستعفی سرکاری گاڑی اور رہائش گاہ واپس کر دی (خبریں ۲۵ دسمبر)

میرا رنگ روپ بگڑ گیا مرا یار مجھ سے بچھڑ گیا
(مسلم لیگ اور ساتھی مل کے گا رہے ہیں)

ترے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا نہ وہ دنیا (آزاد امیدوار کہہ رہے ہیں)

* نصرت بھٹو بےنظیر کیساتھ مشترکہ بینک اکاؤنٹس منجمد کرا رہی ہیں۔ الذوالفقار کی میٹھی گولی: بے نظیر کیلئے آخری چانس" اقتدار میں ماں اور بھائی کو "شریک" کر لے تو اکاؤنٹس منجمد نہیں ہوں گے، (خبریں ۲۵ دسمبر) شریکا چیزا ای بھیڑی اے۔

* مولانا فضل الرحمن نے کہا کہ حکومت اپنے وزراء کے منہ بند کر لے جو کھلے عام " اسلامی نظام " کے خلاف بول رہے ہیں۔ اپنے سمیت "حکومت کیلئے بھی مشکلات پیدا کر رہے ہیں"
(خبریں ۲۵ دسمبر) ترے غم کے ماسوا مجھے کوئی غم نہیں ہے

* محمد علی جینا سے پہلے خاندان کے تمام بچوں کے نام ہندووانہ تھے (مضمون، محترمہ فاطمہ جینا۔ خبریں ۲۵ دسمبر)

حتیٰ کہ محمد علی جینا کے والد صاحب کا نام بھی عجیب و غریب تھا یعنی " پونجا جینا" ظاہر ہے یہ نام بھی مسلمانوں والا نہیں اور محمد علی جینا کی اہلیہ کا نام بھی ہندووانہ تھا۔ یعنی " رتی بائی" اور لطف یہ ہے کہ وہ پارسی خاتون تھی اور پارسی آگ کے پجاری ہیں اور آتش پرست مشرک ہیں۔ قیاس کن زگلستان من بہار مرا

بے نظیر کے دورۂ ایران کا بے نظیر تحفہ!
بھارت ایران گیس پائپ لائن، براستہ پاکستان!

ایران پاکستان کے راستے بھارت کو گیس فراہم کریگا۔(اور اس خبر کی خاص خاص باتیں درج ذیل ہیں۔

١۔ اس ایرانی و بھارتی مشترکہ پائپ لائن کی تعمیر کے دوران بھارتی ماہرین پاکستان میں قیام کریں گے۔
٢۔ آنے والے غیر ملکی ماہرین پر پاکستان کا کوئی اختیار نہیں ہو گا۔
٣۔ پاکستان کو کسی قسم کا کوئی ٹھیکہ حاصل کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہو گا۔
٤۔ اس ایرانی گیس پائپ لائن کو بلوچستان اور سندھ کے علاقوں سے گزارا جائے گا۔
٥۔ پاکستان کو اس گیس پائپ لائن پر کسی قسم کا کنٹرول حاصل نہیں ہو گا۔
٦۔ ایران پاکستان کو کسی قسم کی رائلٹی نہیں دیگا۔
٧۔ گیس پائپ لائن کی تعمیر پاکستان کے حساس فوجی علاقوں سے گزرے گی۔
٨۔ (اس گیس پائپ لائن) کے تعمیراتی کام میں صرف ایرانی اور بھارتی ماہرین کو کام کرنے کی اجازت ہو گی۔

نوائے وقت ملتان، ١٦ دسمبر ١٩٩٣

قارئین کرام توجہ فرمائیں اور اس کے مضمرات پر غور فرمائیں یہ ہے بے نظیر زرداری صاحبہ کے کامیاب دورہ ایران کی "جھلکیاں" اور پاکستان کیلئے" ترجیحات"

زمین پاکستان کی، فوجی اور حساس علاقہ پاکستان کا، اور پاکستان کو کسی قسم کا کنٹرول بھی حاصل نہیں ہو گا اور یہاں قیام کریں گے بھارتی ماہرین؟

کیا ان ماہرین کے روپ میں صرف تعمیراتی ماہرین ہوں گے یا تخریبی ماہرین بھی؟ کیا ان تخریبی ماہرین کو جاننے اور روکنے کا کوئی معاہدہ بھی ہوا ہے؟

ان پر کوئی چیک بھی ہو گا؟

پاکستان کو رائلٹی بھی نہیں ملے گی

کاریگر مزدور بھی ایران اور بھارت کے ہوں گے

اور پاکستان کو اس دلالی کے عوض کیا ملے گا؟

کوئلے کی دلالی میں منہ کالا

جبکہ کشمیر کے خوفناک مسئلہ کی ننگی تلوار بھی پاکستان کے سر پر لٹک رہی ہے۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ کشمیر کے مسئلہ میں تھرڈ آپشن یا فورتھ آپشن کیلئے گیس پائپ لائن فوجی اور حساس علاقوں سمیت بھارت کے کنٹرول میں دینے کے معاہدہ میں ایران اہم رول ادا کر رہا ہے۔ اور بے نظیر زرداری صاحبہ شملہ معاہدہ کی باقیات کی تکمیل کر رہی ہیں، جبکہ شہنشاہ ایران کے زمانے سے ہونے والی اس سازش کو پاکستان ناکام کرتا چلا آرہا ہے۔ اور اب بے نظیر زرداری نے بھارت نوازی میں وہ کمال دکھایا ہے جو بھٹو بھی نہیں کر سکا تھا۔

آں کہ پدر نہ تواند پسر تمام کند

جو باپ نہ کر سکا وہ بیٹی نے کر دکھایا۔ وزیراعظم کے مالیاتی مشیر نے اور "بھارتی خوشخبری" سنائی ہے کہ ایران اور پاکستان کے درمیان فری ٹریڈزون قائم کرنے کے معاہدہ پر بھی دستخط ہوئے اور اسمیں مزید توسیع کیجا سکتی ہے۔

قارئین کرام حافظے پر زور دیں تو انہیں ماضی کے بہت سے واقعات میں اور پاک بھارت تعلقات میں حوالے کے طور پر یہ بات ملے گی کہ یہی کچھ بھارت کا دیرینہ مطالبہ ہے۔ اب فری ٹریڈزون قائم ہوگا اور بھارت کو مصنوعات کیلئے کھلی منڈی مل جائیگی جس سے پاکستانی صنعت اور صنعتکار کو وہ دھکا لگے گا جو پاکستانی جاگیردار صنعتکاروں سے حکومت چھین کر بھی نہیں لگا سکا۔

ان دونوں کاموں سے نفع بھٹو فیملی کا اور نقصان پاکستان کا۔۔۔۔!

کہاں ہیں ہم کو غدار کہنے والے......؟

قائداعظمی اور لیگی......!

واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر

مصنف: مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی۔ مقدمہ: مفکر اسلام حضرت مولانا محمد منظور نعمانی

- واقعہ کربلا سے متعلق افسانوی کہانیوں کی اصل حقیقت
- تاریخ میں دجل و تلبیس کے حیرت انگیز واقعات
- اصحاب بنوامیہ سے بغض و حسد کے اسباب۔
- تاریخ و سیرت سے دلچسپی رکھنے والے ہر باذوق قاری کے لئے انتہائی اہم کتاب

قیمت ٦٠ روپے

راوی پبلشرز، الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔

بخاری اکیڈمی دار بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان

مفکرِ احرار چودھری افضل حق کی مجلس میں
(ایک تصوراتی ملاقات)

مفکر احرار چودھری افضل حق رحمۃ اللہ کی مجلس علم و عرفاں میں غیر حاضری کو کچھ زیادہ دن ہو گئے تھے اس لئے سوچا پہلی فرصت میں اُن کی مجلس میں حاضری دی جائے۔ اسی غرض سے ان کی قیام گاہ کی طرف چل دیا۔ قیام گاہ پر پہنچ کر میں نے چشم تصور سے دیکھا کہ سرخ لباس میں ملبوس رضا کاران احرار کا ایک حلقہ ان کے ارد گرد جمع ہے اور گوش بر آواز ہے۔ چہرے مہرے سے وہ معاشرہ کے نچلے طبقہ کے لوگ نظر آتے ہیں مگر انکی آنکھوں میں بجلی کی سی چمک ایمان و عزیمت کی مظہر دکھائی دے رہی ہے۔ جاتے ہی جو الفاظ میرے کانوں سے ٹکرائے وہ یہ تھے۔ چودھری صاحب فرما رہے تھے........

"اسلام دنیا میں حکومت الٰہیہ اور خلافت ربانی قائم کرنا چاہتا ہے۔ جس کی بنیاد راست بازی، خوش اخلاقی اور عدل و انصاف پر ہو۔ اسلام کی آمد کا مقصد صرف یہی ایک ہے۔ اور اس کے سوا اسلام کا پیغام نہیں۔ مسلمانوں کیلئے حکومت الٰہیہ کا قیام اولین حیثیت رکھتا ہے۔ دنیا کے کسی حصہ میں حکومت الٰہیہ کے قیام کیلئے جب کبھی کوشش ہو گی ہماری ہمدردیاں اور ہمارا دلی تعاون ان کوششوں کیساتھ ہو گا۔ ہم حتی الامکان ان کوششوں میں شریک کار ہوں گے۔ خواہ یہ کوشش کسی شہر کے چھوٹے سے چھوٹے محلے میں ہو۔ ایک چھوٹی سی گلی میں بھی حکومت الٰہیہ قائم ہو جائے تو ہم اسے اپنے لیئے عاقبت کی سرخ روئی کا باعث سمجھیں گے۔"

مسلمانوں کے عمل پر اظہار تاسف کرتے ہوئے فرمانے لگے۔

حالات زمانہ کو تعجب سے دیکھتا ہوں، دنیا کے لٹریچر کو افسوس سے مطالعہ کرتا ہوں، فضاؤں میں اسلام کیلئے برچھیاں تیرتی ہیں۔ لٹریچر میں نشتر چھپے ہیں۔ دنیا کے پاک ترین انسان کو بد ترین مخلوق کا رنگ دیا گیا ہے۔ دنیا کے بہترین مذہب کو تاریک خیالات کا حامل بتایا گیا ہے۔ مگر ایسا کیوں نہ ہوتا، غلامی جس قوم کا سیاسی امتیاز، اور ساری قوم کا چند امرا کے ہاتھوں کٹھ پتلی ہو کر رہنا خصوصیت۔ ایسے امتیازات کی حامل ملت کے روحانی سردار کی کیا کوئی قدر کرے؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک سے بے خبری کی ذمہ داری کس پر ہے؟

اے اسلام کے بے روح نوجوانو!

"دنیا ہم کو دیکھتی ہے۔ اور ہماری صورت و سیرت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و صورت کا اندازہ لگاتی ہے۔ درخت کی خوبی اس کے شیریں پھل میں ہے۔ کسی مذہب کی تعلیم کا اندازہ افراد پر اس کے اثر سے ہی تو لگایا جا سکتا ہے۔ چاہئیے تو یہ تھا کہ ہر مسلمان آتش بجاں مجاہد اور عالی حوصلہ مبلغ ہوتا۔ مگر آہ! مسلمان نوجوانوں کا تصور جب خود مجھے آتا ہے تو میں اسے کھیت کے کنارے حقہ پی کر بیکار وقت ضائع کرتے

پاتا ہوں، یا شہر کی گلیوں میں سگریٹ سلگاتے آوارہ پھرتے دیکھتا ہوں کیسے شرم کی بات ہے؟ جنہیں چیونٹی سے زیادہ محنتی ہونا چاہیئے تھا وہ نکھٹو مکھی کی طرح ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر دوسروں کے آسرے زندہ ہیں۔

ہر مسلمان اپنے طرز عمل پر غور کرے کہ اس نے اسلام کی ترقی کیلئے کبھی کام کیا؟ یا آئندہ اپنی اولاد میں ایسا جذبہ پیدا کر رہے ہیں''

حاضرین مجلس کے افکار و نظریات چودھری صاحب کی اس گفتگو سے جلا پا رہے تھے اور دل و دماغ میں جذبہ عمل بیدار ہو رہا تھا کہ چودھری صاحب تھوڑی دیر کیلئے رکے۔ میں نے اپنی شوخی گفتار کا سہارا لیکر سوال جڑ دیا کہ جناب ہماری جماعت کے اندر ہوتے ہوئے بھی تو بہت سے ساتھی اپنی ذمہ داریوں کو فراموش کیئے بیٹھے ہیں۔

چودھری صاحب فرمانے لگے............

''ہاں ہاں، ان میں بھی بعض نوجوانوں کو بیکار وقت صایع کرنے والا دیکھتا ہوں گو انہوں نے زندگی خدا کیلئے وقف کر رکھی ہے لیکن کئی کئی دن خدا کے کام سے غافل رہتے ہیں۔ حالانکہ احرار کا فرض ہے کہ کسب معاش کے بعد اپنا ہر لحہ اپنی صحت بنانے اور مخلوق خدا کی خدمت کر کے اسلام کا نام روشن کرنے میں صرف کرے۔ احرار اور مرد بیکار، یہ بہت بڑا دھبہ ہے۔ اس سے بچنا چاہیئے۔ جسم میں بے تاب روح اور ان تھک ارادہ پیدا کر کے ملت میں ہمت کی مثال پیدا کرنی چاہیئے۔

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو بچانا اور اسلام کو بلند کرنا چاہتے ہو تو زندگی کا پروگرام بناؤ! روز نئے عزم کیساتھ دنیا میں کام کرنے اٹھو''

مفکر احرار حضرت چودھری صاحب محو گفتگو تھے کہ ایک نوجوان نے سوال کر دیا کہ آج ہم اتنی زیادہ تعداد میں ہونے کے باوجود مظلوم و مقہور ہیں۔ آج بھی دوسروں کے غلام بے دام ہیں؟

چودھری صاحب اس کی بات سمجھتے ہوئے فرمانے لگے!

قوموں کی قسمت کا فیصلہ نظام اور اسباب پر منحصر ہے۔ کثرت تعداد بعض اوقات کمزوری کا باعث بن جاتی ہے۔ اس لئے کثرت و قلت کی بحث کو چھوڑ کر نظام اور اسباب کی بنا پر ہمیں اپنی پالیسی کا مدار رکھنا چاہیئے۔ مٹھی بھر اسلامی فوج فتح کے پھریرے اڑاتی ہسپانیہ پر چھا جاتی ہے۔ ہندوستان کی کثیر آبادی مسلمان فاتحین کے سامنے نہیں ٹھہر سکتی۔ مصر اور ایران کی فوجیں حجازی سالاروں کے سامنے خاک چاٹتی ہیں۔ آج ایک ارب سے زائد مسلمان کس طرح غیر مسلموں کے سامنے عجزو انکسار کی تصویر بنے معنوی غلاموں کا طوق گردن میں ڈالے ہوئے ہیں۔ نظام اور اسباب کی کمی کے باعث مسلمان بے بسی کی بد ترین مثال پیش کر رہے ہیں۔ چند کروڑ مسلمان بھی اگر صحیح آزادی کی آگ سینہ میں لے اٹھیں تو دنیا کو زیروزبر کر دیں۔ مگر عمل سے عاری مسلمان گفتار کے غازی بن کر قانونی موشگافیوں میں مصروف رہتے ہیں۔ آزادی کے خلاف خود کوئی حجت کھڑی کر کے تمام دنیائے اسلام کی مصیبتوں کا باعث بنتے ہیں۔ وسعت نظر اگر حالات کی جانچ اور پڑتال میں یاوری کرے تو معلوم ہوگا کہ مسلمانوں کی قلت بھی محض اصطلاحی سی بات ہے۔ ورنہ لاہور سے استرخاں تک

مسلمان آباد ہیں جن کی قوت کے سامنے جنوبی ہند کی تعداد آبادی زیادہ قوت نہیں رکھتی۔ ہندوستان میں اسلام اور مسلمان کیوں خطرے میں ہے؟ کیا ایران، افغانستان، ترکی اور روس میں اسلام کے نام لیوا موجود نہیں ہیں؟

ضرورت اس امر کی ہے کہ لوگوں کے دماغوں سے "مذہب کو خطرہ" کے بلند بانگ دعووں کو حق و انصاف، اور دلیل و برہان سے دبا دیا جائے۔ اس سے کوئی اعتراض کر سکتا ہے کہ گویا مذہب کو نظر انداز کر دیا جائے۔ ہاں درست ہے مگر بات یہ ہے کہ مذہب کو تو ہم نے اب بھی نظر انداز کر رکھا ہے۔ اسلام میں سود حرام ہے مگر ہم سود کھاتے ہیں۔ شراب خانے، بدکاری کے اڈے فروغ پا رہے ہیں۔ شریعت کے مطابق وراثت کی تقسیم برائے قانون ممکن نہیں۔ غرض جو چیز حکومت کو پسند ہے وہ مذہب ہے۔ جو چیز شریعت کو ناپسند ہے اسکا رواج ہے پھر بھی ہم مسلمان...... اور اسلام کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ہم مذہب کے مدعی کو مذہبی احساسات کو حکومت کی خوشنودی پر قربان کرنے کے عادی ہیں۔

حکام کی رائے کے مطابق بدلنے والے کے مذہب کو کہیں خطرہ نہیں ہے۔ جب ہم غیر اسلامی حکومت کو اولوالامر مان سکتے ہیں۔ آئندہ کسی حکومت نے ہمارے تابع فرمان مذہب کو اندیشہ نہیں۔ اسلام میں جہاد سب سے بڑی عبادت تھی اور سب سے مقدم حکم تھا۔ ہندوستان میں ایسے عالم اور مصلح پیدا کیے گئے جنہوں نے انگریز کی خوشنودی کیلئے جہاد کو منسوخ قرار دیا۔ اور تمام مسلمانوں نے اپنے سکوت سے اس تنسیخ کی تائید کی۔ اگر اس وقت مذہب کو خطرہ پیدا نہیں ہوا تو مذہب کو آئندہ اس سے زیادہ خطرہ پیدا نہیں ہوگا۔

مذہب کے ساتھ ساتھ کلچر کا ذکر کروں۔ معلوم نہیں کہ کلچر کیا بلا ہے۔ جس پر بعض اوقات بے جا اصرار کرتے ہیں۔ اگر مذہب زندہ ہے تو مذہب ہی کلچر ہے۔ جہاں مذہب مر جائے تو قوموں کی آباء و اجداد کی رسومات کا نام کلچر ہے۔ مسلمان ہیں کہ ایک طرف رسومات کی بیخ کنی اور دوسری طرف کلچر یعنی رسومات کے تحفظ پر زور دے رہے ہیں۔ اسلام تو بجز حکم شریعت کسی اور کلچر یا رسم کا متحمل ہی نہیں ہے۔ خدا معلوم پھر اسلامی کلچر کو خطرہ کا خیال ہوّا بن کر کہاں مسلمانوں کے سامنے آگیا۔ سب سے مزیدار بات یہ ہے کہ مذہب اور کلچر کے خطرے کا الارم وہ دیتے ہیں۔ جنہیں اسلامیات سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔

عزیزو! ایک بات یاد رکھو کہ مذہب کو ان کے اہل منصب سے خطرہ ہے۔ جو انکو اپنے اغراض اور غیر ملکی ایجنسیوں کی ضرورت کیلئے استعمال کر کے اہل ملک کی مصیبت کا باعث ہو رہے ہیں۔ علما اور صوفیا کا کام غریب اور بے کس کی حمایت ہے۔ جب شریعت کو طریقت کے یہ رہنما سرمایہ دار کی طرف داری کر کے غریب کی دنیا تنگ کرنے میں مدد دیں تو ایسے اہل مذہب کے مٹ جانے پر کون افسوس کرے۔ مذہب ہر چند روح کی تسکین کا باعث ہے، لیکن مذہب روس میں فنا ہو گیا، کیوں؟ اس لئے کہ نام نہاد مذہبی ادارے غریب کشی اور سرمایہ داری کے ممد و معاون تھے۔ لیکن روس میں مذہب اور خدا سے انکار، عارضی کیفیت اور مذہبی پیشواؤں کی غلط روی کا رد عمل ہے۔ جب روس میں مذہب کے خلاف بخار اتر جائیگا تو روسی قوم حجازی قوم کے دین کے بہت قریب ہو جائیگی۔

تم مانتے ہو کہ اسلام دین فطرت ہے۔ اگر تمہیں اس بات پر یقین ہے تو فطرت کے خلاف کون جا سکتا

ہے۔ یا تو تمہارا دعویٰ غلط ہے۔ یا خطرہ موہوم ہے۔ اسلام کو کسی سے خطرہ نہیں۔ محض مسلمانوں سے خطرہ ہے۔ جن کا دل و دماغ غیر اسلامی تصورات کا حامل ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ غیر مسلم ہمیں شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور خوف و ہراس سے ہماری حرکات پر نگاہ رکھتا ہے۔ ایسا کیوں؟ یہ صرف اس لئے کہ دین فطرت کو دوسروں کی دست برد سے بچانے کیلئے ہم ہمیشہ در پے رہتے ہیں۔ اور نہیں سوچتے کہ فطرت تو ازل سے ابد تک محفوظ ہے۔ اسکو کون مٹا سکتا ہے۔ دین فطرت کے مطابق ہمارے اخلاق اور اعمال ہونے چاہئیں۔ پھر قومیں خود ہی فطرت کے دین کی طرف کھچی چلی آئیں گی۔ اور ہمیں عزت واحترام کی نظر سے دیکھیں گی۔

غلامی، قوم اور ملک کی سب سے عمدہ خصوصیات کو فنا کرنے والی اور اہل ملک کو اقتصادی لوٹ کھسوٹ کا مقابلہ کرنے کے ناقابل بنانے والی ہے۔ ہماری ساری توجہ اصل آزادی کے حصول کی طرف ہونی چاہیئے۔ اگر ہمیں موہوم خدشات و خطرات کو سامنے رکھنا ہے تو غلامی پر قانع رہنے کا اعلان کر دینا چاہیئے۔ جو انسان غلامی کے خطرات کی اہمیت کو ہی محسوس نہیں کرتا اس کے لئے کسی اور خطرے کا ذکر کرنا ہی دیوانگی ہے۔ جو موت کو قبول کرنا چاہتا ہے وہ بخار سے کیوں ڈرتا ہے۔ جو غلامی پر قانع ہے اور آزادی کو جو انسان کا سب سے بڑا حق ہے، چھوڑتا ہے وہ چھوٹے چھوٹے حقوق کیلئے کیوں لڑتا ہے۔ طاقت اور قوت کا مخزن سیاسی آزادی ہے۔ جو قوم اس کے حصول سے بے پروا ہے وہ مذہب کے خطرے اور اقتصادی تباہی کا رونا کیوں روتی ہے۔ میری سمجھ میں سوا اس کے کوئی بات نہیں آتی کہ بلاخوف و خطر اہل وطن سے مل کر آزادی کی جنگ لڑی جائے۔

ہمیں تمام قوموں کے درمیان نیکی، خدمت، اور قربانی میں ممتاز ہونے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ تم ملک کے بہتر باشندے بن کر غلام قوم کی رہنمائی کر کے آزادی کی منزل تک کیوں نہیں لے جاتے "کنتم خیر امۃ اور یدعون الی الخیر" کے کیوں مصداق نہیں بن جاتے۔ آزادی سے بڑی چیز اور کیا ہے۔ اس کی طرف تو سب کو دعوت دینا مسلمان کا فرض ہے۔ (لیکن افسوس ہے کہ مسلمان اس گوشے سے بے خبر ہے)

چودھری صاحب بے تکان گفتگو فرما رہے تھے۔ ان کی آواز بلند ہوتی جا رہی تھی۔ اُن کی باتیں نوجوانوں کے دلوں میں اتر رہی تھیں اور دماغوں پر نقش ہو رہی تھیں۔ میرا جی چاہ رہا تھا کہ چودھری صاحب بولتے رہیں اور میں سنتا رہوں۔ اچانک ان کی آواز بھرا گئی اور وہ بے اختیار ہو کر فرما رہے تھے..........

اسلام صلح اور امن کا مذہب ہے اس لئے مسلمان کا فرض ہے کہ غیر مسلم اگر صلح نہ بھی چاہے تو بھی وہ حالات پیدا کرے کہ ملک میں صلح اور امن قائم رہے۔ دنیا پکار اٹھے کی ہماری زیادتیوں کا جواب صبر و تحمل سے دینے والے اگر ہیں تو وہ مسلمان ہیں۔

مسلمانو! اپنے مذہب کے پیغام کو سمجھو اور اس کو لے کر دنیا میں نکلو۔ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو اس لئے پسند کیا تاکہ اس کے ذریعہ جنگ اور لڑائی سے ستائی اور اکتائی ہوئی دنیا کو امن و صلح کا موقع مہیا کیا جائے۔ مسلمان کی زندگی کا مقصد وحید خدا کی مخلوق کو فائدہ پہنچانا ہے۔ غلام خود عاجز اور بیکس ہوتا ہے۔ وہ خود آزاد ہو اور شریف ہمسایہ بنے۔ میں یہ شرم محسوس کرتا ہوں کہ مسلمان اسلام کے پیغام کو سمجھے بغیر بزعم خود نیکیاں کرتا ہے۔ اور بعض اوقات اپنی تنگ دلی سے ہمسایہ کو کبیدہ خاطر کر لیتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ قوم کی قوم اسلام کے

پیغام سے غافل ہے۔ اور انہوں نے شیطانی وسوسے کو اسلام کا پیغام سمجھ رکھا ہے۔ ضرورت ہے کہ مسلمان کی زندگی کا محور ہمسایہ نوازی اور مخلوق کی خدمت ہو۔ قرآن نے بار بار سمجھایا کہ دین میں جبر نہیں۔ مسلمان کیلئے جنگ بھی اضطراری کیفیت ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سرخ اونٹ دیکر بھی صلح کو قابل فخر سمجھتے ہیں۔ وہ تو اس شخص کے حق میں بہتر انسان ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ جو "خیر الناس من ینفع الناس" کا مصداق ہو۔

دنیا میں مسلمان کی سیاست یہ ہے کہ ایک ہاتھ میں قرآن کی امن پسندانہ تعلیم کو لے کر نکلے۔ دوسرے ہاتھ میں آزادی کو برقرار رکھنے کیلئے تلوار کو مضبوط تھامے رہے۔ جہاں تک ممکن ہو ہمسایہ کی زیادتیوں کا جواب بھی اخلاق محمدی ﷺ سے دے۔ اشتعال انگیز حالات میں بھی اسلامی تعلیم و اخلاق کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔

پس مسلمان سے میری گزارش یہ ہے کہ وہ دنیا میں آزادی کی جنگ کا سردار بنے۔ اللہ کے حکم کے مطابق اپنی زندگی کا مقصد مخلوق خدا کی خدمت بنا لے۔ خدمت خلق میں سبقت ساری مشکلات کا حل ہے۔ اس لئے مسلمانوں میں اس خیال کی اشاعت کرنا چاہیئے کہ وہ جنگ آزادی میں سردار ہو اور مخلوق کی خدمت کے لحاظ سے سب سے ممتاز ہو۔ اگر مسلمان یہ دو امتیاز پیدا کر لے تو اس کی برتری مسلّم ہو جائیگی۔ خدا بھی خوش اور ہمسایہ بھی راضی۔ ایسا گروہ قلیل ہوتا ہوا بھی کثیر کا حکم رکھتا ہے۔

عزیزو! مسلمان کو میں کس پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر للکاروں اور کس طرح صور اسرافیل پھونک کر اسلام کا صحیح پیغام سناؤں۔ اور کیا جتن کروں کہ مسلمان کے یہ امر ذہن نشین ہو جائے کہ صرف ایک محدود خطہ نہیں بلکہ دنیا میں بنی نوع انسان کی مشترکہ تنظیم میں خدمت اور قربانی کی بنا پر سرداری حاصل کرنا اسکی زندگی کا نصب العین ہے۔ فراست مومن کہاں گئی کہ مسلمان راستے سے بھٹکا جا رہا ہے۔ اور وہ کیوں اسلام کے ظاہری معنوں پر غور کر کے ہی خود امن و آشتی کا پیغام نہیں بن جاتا۔ اٹھو اور مظلوم و غلام قوموں کی مشترکہ تنظیم کا خود بیڑا اٹھاؤ۔ اور وہ زیادتی کریں تو صبر کرو۔ سچی آزادی کیلئے اتنی قربانی کرو اور اہل وطن کی اتنی اور ایسی خدمت کرو کہ وہ ہر مصیبت میں پکار اٹھیں کہ مسلمان کہاں ہیں؟

چودھری صاحب گفتگو فرما رہے تھے اور نوجوان ہمہ تن گوش۔ یہ مجلس شاید کچھ دیر اور جاری رہتی مگر مؤذن نے پکارا...... حی علی الصلوۃ۔ حی علی الصلوۃ جس نے تصورات کی دنیا سے عمل کے میدان میں لا پھینکا۔ چنانچہ اپنے اندر ایک نئی دنیا کو آباد لیکر کیف و سرور محسوس کرتے ہوئے مسجد کی طرف چل دیا۔

اللہ اکبر...... لا الہ الااللہ......

(اس تصوراتی ملاقات میں چودھری صاحب کی تمام گفتگو ان کی کتاب "تاریخ احرار" اور "آزادی ہند" سے ماخوذ ہے۔)

⬡

افضل رہبر

جد باغ ملت دا مرجھا رہیا سی — تے طوفان ہر پاسیوں آ رہیا سی
ماسے نوں پاؤ دا ظلم جا رہیا سی — غلامی مٹاون آیا اک سی صابر
ملت نوں ملیا سی سوہنا جیہا رہبر

غلامی دا اوہنے تصور مٹایا — اوہنے بھراواں نوں "اٹھو" سنایا
جیون دے قابل اے سانوں بنایا — رستہ ترقی دا گیا سانوں دس کے
تے باطل نوں کھندا رہیا ہس ہس کے

بھل اُہنوں سکدا کدے نہیں زمانہ — حشر تک رہوے یاد مردیگانہ
آزادی دا گایا جیہا اُس ترانہ — ذرے نوں پھڑیا تے پر نور کیتا
بہاراں دے جلوے تھیں بھر پور کیتا

میرا فسانہ تے جواہرات ویکھو — محبوب خدادی وی گل بات ویکھو
دنیا وچ دوزخ نوں پاجہات ویکھو — تے تاریخ لکھی اے احرار سوہنی
آزادیٔ ہندوی مزیدار سوہنی

زندگی شعور لکھ سکہ بٹھایا، — عدو ڈر دا ماریا نہ ساویں کوئی آیا
غلاماں نوں جیون دے راہ اتے پایا — افضل سی حق تے، حکومت دا باغی
سکندر دی جھوٹھی سیاست دا باغی

بغاوت وچ بیتی اہدی عمر ساری — انگریز دتی اذیت سی بھاری
جواں مرد پھر بھی نہ ہمت سی ہاری — لاہمت دی پوڑی تے منزل تے پگا
آزادی دا پایا عرش راز گجھا

(آغا عرش فیروز پوری)

نعت

ثنائے خواجۂ بطحا کروں میں
سخن کو نعت سے توقیر دوں میں

وہ سنتے ہیں درود ان پر جو بھیجے
اسی کے ساتھ دل کی بھی کہوں میں

فضیلت کو یہی کافی ہے میری
غلام سید کونین ہوں میں

تری سنت میں سمجھوں کامیابی
بھلے کو اس پہ گر طعنے سنوں میں

کہوں کس منہ سے تیرا امتی ہوں
نہ رستے پر ترے جب تک چلوں میں

خدا وہ دن بھی لائے نعت کہہ کر
حضورِ سرورِ عالم پڑھوں میں

شفاعت داد میں پاؤں سخن کی
طلب اس سے زیادہ کیا کروں میں

بہ فیضِ رحمت اللعالمینی
سدا رحمت کے سائے میں رہوں میں

مجھے عابد نہ خوف و حزن ہوگا
حدیث نعمت ربی کہوں میں

(پروفیسر عابد صدیقی)

خیال - اک عذابِ تنہائی

دریدہ عفت
بلکتی عصمت
برہنہ جثے
عذابِ فرقت
سفر صعوبت
ہے رات کالی
چہار جانب یہ سرخ پانی
عجب نہیں ہے کہ ڈھلتے سورج کی ہو نشانی

...........(سید عطاء المحسن بخاری)

نیا سال

یہ فصل گل ہے
صدائے واشد کلی کلی کی
جرس کی ہے گونج یا کہ آوازۂ درا ہے
بہار ہے یا کہ رنگ و نکہت کا قافلہ ہے
مگر وہ شادابیاں کہاں ہیں؟
کوئی بتاؤ اگر پتا ہے
نہ چاند نکلا، نہ چاندنی ہے
ہماری راتوں پہ تیرگی کی وہی ردا ہے
ہمارے آنگن میں جو دیئے تھے
وہ ہم نے قبروں پہ رکھ دیئے ہیں
میاں محمد نے سچ کہا ہے
''نیچاں دی اشنائی وچوں فیض کسے نئیں پایا
ککر تے انگور چڑھایا ہر گچھا زخمایا''

...........(قمر الحسنین)

نئے سال کا سوال

لمحہ لمحہ بڑھتا شور

بوڑھے بچے اور جوان
ایک ہی نعرہ سب کی آن
بٹ کے رہے گا ہندوستان
اس نعرے کی قیمت دی تھی

یاد آتا ہے
چیخیں، آہیں، ننگی لاشیں
ٹھنڈا گوشت اور
بو کے بھبکے
پیپ اور خون
لوٹ کھسوٹ
گلیاں، سڑکیں، گھر ویران
بستی گاؤں سب سنسان
ایک ہی نعرہ سب کی آن
لے کے رہیں گے پاکستان
کچھ آوازیں
ڈوبتا شور
بوڑھے بچے اور نادان
منہ لٹکائے
گرتے، پڑتے چلتے آئے
سوکھے منہ اور پچکے گال
محنت کے ''سینتالیس'' سال
ایک ہی نعرہ سب کی آن
کہاں ہے میرا پاکستان؟

...........(سید عطاء المحسن بخاری)

غزل

دل کے ارمانوں پہ پہرے ہو گئے
کیا بنے گا، لوگ بہرے ہو گئے
اس نے دیکھا ملتفت نظروں سے یوں
زخم دل کے اور گہرے ہو گئے
جن کو سجتا تھا مقام خواجگی
ان کی قسمت میں کٹہرے ہو گئے
زندگی کی وادیٔ پر خار میں
آبلہ پائی کے لہرے ہو گئے
کوچۂ جاناں سے گزرے ایک بار
ان کے گھر پہ سخت پہرے ہو گئے
سوز دل کی آنچ کا عالم نہ پوچھ
زندگی کے دکھ سنہرے ہو گئے
کس قدر ہے اوج پر خالد نصیب
اب مراسم ان سے گہرے ہو گئے۔

پروفیسر خالد شبیر احمد صاحب

ابو معاویہ مفتی منظور احمد تونسوی (رئیس الافتاء جامعہ قاسم العلوم ملتان)

ایک شیعہ کے تیس ۳۰ سوال اور اُن کے جوابات

● اکتوبر ۱۹۹۲ء کے شمارہ میں اِس مضمون کی پہلی اور دسمبر ۱۹۹۲ء میں آخری قسط شائع ہوئی، پہلی قسط میں صفحہ نمبر ۲۲ پر آخری سطر ان الفاظ پر ختم ہوئی تھی " اور اُن سے مغفرت و جنت کا وعدہ فرمایا ہے " ● پہلی اور دوسری قسط کا درمیانی حصہ سہواً شائع ہونے سے رہ گیا۔ ذیل میں غیر مطبوعہ حصہ شائع کیا جا رہا ہے۔ قارئین آئندہ شائع ہونے والی اقساط کو پہلی اور دوسری قسط کے درمیان مربوط کرلیں۔

اِس غلطی پر ہم صاحبِ مضمون اور اپنے قارئین سے معذرت خواہ ہیں۔ (ادارہ)

(۱) ارشاد فرمایا
والزمهم كلمة التقوى وكانوا احق بها واهلها الايه پ ٢٦ سورة الفتح
ترجمہ اللہ نے پرہیز گاری کا کلمہ ان سے لازم کر دیا اور وہ اسکے مستحق (بھی) تھے۔

(۲) ان الذين يغضون اصواتهم عند رسول الله اولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوى الايه پ ٢٦
ترجمہ جو لوگ اپنی آوازیں اللہ کے رسول کے حضور میں پست رکھتے ہیں۔ یہ ہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیز گاری کیلئے پرکھ (چن) لیا ہے۔

(۳) اولئك مبرء ون مما يقولون لهم مغفرة ورزق كريم الايه پ ١٨ سورة النور۔
ترجمہ یہ ان الزامات سے بری ہیں جو لوگ (روافض وغیرہ) کہتے ہیں ان (صحابہ کرامؓ) کیلئے بخشش ہے اور اچھی روزی۔

(۴) وكلا وعد الله الحسنى الايه پ ٥ سورة النساء و پ ٢٧۔
ترجمہ اور سب سے اللہ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

(۵) اولئك هم الصادقون الايه پ ٢٨ سوره الحشر
ترجمہ یہ صحابہ کرامؓ سب سچے ہیں۔

(٦) رضى الله عنهم ورضوا عنه الايه پ ٢٨، ١١، ٣٠ سورة المجادلہ۔ والتوبتہ۔

ترجمہ اللہ ان سے (صحابہ) سے راضی یہ (صحابہؓ) اللہ سے راضی ہیں

(۷) اولئک ھم الراشدون حقاء الایہ البینہ۔

یہ صحابہ کرامؓ سب کے سب یقیناً ھدایت یافتہ ہیں

(۸) والسبقون الاولون من المھجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضواعنہ واعد لھم جنت تجری من تحتھا الانھار خلدین فیھا ابدا۔ ذالک الفوز العظیم۔ سورہ توبہ پ ۱۱۔

ترجمہ اور سب میں اگلے پہلے مہاجرؓ و انصارؓ اور جو بھلائی کیساتھ انکے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور ان کے لئے تیار کر رکھے ہیں۔ وہ باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

(۹) والذین امنو وھاجدو ا وجاھدوا فی سبیل اللہ والذین اووا ونصروا اولئک ھم المومنون حقا۔ لھم مغفرۃ ورزق کریم۔ الایہ سورۃ الانفال پ۱۰۔

ترجمہ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت وجہاد کئے اور جنھوں نے انہیں (مہاجرینؓ کو) جگہ دی اور انکی مدد کی یہ سب سچے مومن ہیں ان کے لئے بخشش ہے اور اچھی روزی"

(۱۰) وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان الایہ الحجرات پ ۲۶۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں کفر، فسق، اور گناہوں سے نفرت ڈال دی۔"

علاوہ ازیں سینکڑوں آیات ہیں۔ یہ صفات فاسقوں کے نہیں ہوسکتے۔ ہم اہل السنہ والجماعۃ چونکہ قرآن مجید کی ابدی صداقتوں پر ایمان رکھتے ہیں اس وجہ سے مندرجہ بالا آیات اور انکے علاوہ بے شمار آیات کی بنا پر کہتے ہیں کہ جنکے جنتی ہونے، مغفور و مرحوم ہونے کا اللہ جل و اعلان فرما رہے ہیں ان پر اعتراض و شبہ یا تنقید و تبراء کرنا حرام ہے۔

تاریخی واقعات ۹۵ فیصدی غلط اور بکواس ہیں۔ تاریخ اپنے مصنف کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ اور اسکی تدوین کی ابتدا طبری جیسے غلیظ لوگوں کے ہاتھوں ہوئی ہے یا پھر ابی مخنف لوط بن یحییٰ جیسے خبیث لوگوں کے ہاتھوں لہذا جو تاریخی واقعہ کسی صحابی کا فسق ثابت کرے وہ مردود ہے۔ کیونکہ قرآن مجید انہیں عادل متقی، جنتی، ھدایت یافتہ، پکا سچا مومن فرمارہا ہے قرآن سچا ہے اور تاریخ جھوٹی۔ کسی مورخ یا محدث یا راوی کی غلطی مان لینا آسان ہے۔ مگر صحابی رسول کا فسق ماننا مشکل ہے۔ اس لئے کہ اسے فاسق ماننے سے قرآن مجید کی تکذیب لازم آتی ہے۔ جو امر محال ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ تمام صحابہؓ کرام ان قرآنی شہادتوں کی بنا پر انسانی بک بک سے بلند و بالاہیں ان پر تنقید و جرح کرنا حرام ہے اور نصوص قرآنی کے خلاف ہے وہ سب متقی، پرہیزگار۔ عادل۔ ثقہ۔ معیار حق اور تنقید سے بالاتر ہیں۔ الصحابتہ کلھم عدول۔ نیز یہ ایک مسلمہ ضابطہ ہے کہ جج منٹ کیلئے فائق یا کم از کم درجہ میں مساوی ہونا ضروری ہے۔ کجی پہلی والے کو ایم۔ اے پاس پر اعتراض کا حق نہیں پہنچتا۔ پیارے اگر خدا واسطہ کا بیر انہیں یا تعصب کی عینک نہیں چڑھا رکھی تو امید ہے کہ بات ذھن نشین ہوگئی ہوگی کہ ہم معصوم نہ ماننے کے باوجود اس مقدس و پاکباز

جماعت پر سب و تبرا اور جرح و تنقید سے کیوں منع کرتے ہیں۔ کائنات کے سب سے بڑے سچے صلی اللہ تعالیٰ و علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو میرے صحابہؓ پر تبرا اور سب و شتم کرے یا انہیں اپنی تنقید کا نشانہ بنائے اس پر خدا کی لعنت ہے۔"

سوال نمبر۶۔ کا جواب گزشتہ سطور میں بالتفصیل لکھا جا چکا ہے۔ ویسے چند احادیث ذکر کئے دیتا ہوں۔

۱۔ عن عبداللہ بن مغفلؓ الخ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ سے ڈرو میرے صحابہؓ کے متعلق اللہ سے ڈرو میرے صحابہ کے بارے میرے بعد انہیں تنقید کا نشانہ نہ بنانا روا ترمذی مشکوٰۃ مناقب صحابہ ص ۵۵۴ ج ۲

۲۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو سب و تبرا کرتے ہوں تو کہو کہ تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو۔

۳۔ فرمایا میرے صحابہ کی تعظیم کیا کرو کیونکہ وہ تم سب سے بہتر اور افضل ہیں۔ مشکوٰۃ

ان آیات و روایات کی بنا پر کسی صحابی رسول ﷺ پر سب و تبرا اور جرح و تنقید حرام ہے۔ ورنہ پھر قرآن کا اعتبار باقی نہیں رہیگا۔ اور حضور کی نبوت کے چونکہ عین شاہد ہیں اگر تنقید و تبرا کا دروازہ کھول دیا جائے تو پھر آپ کا دعوی نبوت مشکوک ہو جائیگا۔

سوال نمبر۷۔ کا خلاصہ۔ صحابہ کرامؓ خصوصاً اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوستوں اور عزیزوں کو ستایا اور انکا حق انہیں نہ دیا۔ سیدہ فاطمہؓ کا حق وراثت چھین لیا لہذا یہ لوگ تعظیم و اکرام اور ادب و احترام کے قابل نہیں ۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

جواب۔ یہ سب مفروضہ ہے اسکی کوئی حقیقت نہیں صحابہ کرامؓ کے سینے آپس کے بغض و حسد سے بالکل پاک و صاف تھے۔ کیونکہ قرآن کریم انکے متعلق اس طرح صفائی بیان فرما رہا ہے کہ

والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم الایہ پ ۲۶

اور وہ جو رسول اللہ کے ساتھی ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں ایک دوسرے پر رحیم و شفیق (شیر و شکر ہیں) جب رب تعالیٰ انکے متعلق اعلان فرما رہے ہیں کہ وہ آپس میں ایک دوسرے پر مہربان ہیں۔ تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے دشمن ہوں۔ صحابہ کرامؓ کی تمام جنگیں اللہ تعالیٰ کیلئے تھیں۔ نفس کیلئے ہرگز نہ تھیں۔ ان میں سے بعض کو غلط فہمی ہوئی تھی (اجتہادی غلطی) بعض بالکل حق پر تھے مگر جن سے جو غلطی ہوئی وہ اجتہادی تھی۔ جو شرعاً حرام نہ تھی۔ اسکا کھلا ہوا ثبوت ان امور سے ملتا ہے۔

(۱) جنگ جمل میں حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو سیدہ طاہرہ صدیقہ محبوبہ محبوب خدا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر پر غلبہ حاصل ہوا۔ اور جب حضرت سیدہ کے سواری کے اونٹ کو گرا دیا گیا تو انہیں گرفتار نہ کیا بلکہ نہایت احترام و عزت کے ساتھ والدہ محترمہ کا سا ادب کرتے ہوئے مدینہ منورہ واپس پہنچا دیا نہ انکے مال پر قبضہ کیا اور نہ انکے کسی سپاہی پر کوئی سختی فرمائی۔ اس پر خوارج نے اعتراض کیا کہ دشمن پر قبضہ پا کر اسے چھوڑ کیوں دیا۔ تو حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ عائشہ صدیقہؓ بحکم قرآن ہماری ماں ہیں رب تعالیٰ کا ارشاد

۲۔ وازواجہ امھاتھم الایہ پ ۲۱ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ اور ماں بحکم قرآن ۔ پر حرام ہے جبکہ لونڈی (کنیز) مولی پر حلال ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں ہے حرمت علیکم امھاتکم الایہ پ ۴ کہ تم پر تمہاری مائیں حرام کر دی گئیں۔ لہذا اگر تم سیدہ صدیقہؓ کو ماں نہیں مانتے تو کافر اور اگر انہیں ماں جان کر انکو باندی بنا کر رکھنا جائز مانتے ہو تو کافر۔ (صواعق محرقہ)

(۲) سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین جنگ کے زمانہ میں حضرت عقیل بن ابی طالبؓ یعنی حضرت علی مرتضی کے بڑے بھائی۔ حضرت معاویہؓ کے ہاں پہنچ گئے۔ حضرت امیر معاویہ نے انکا بہت ادب و احترام کیا اور ایک لاکھ روپیہ نذرانہ پیش کیا اور ایک لاکھ روپیہ سالانہ انکا وظیفہ مقرر کیا۔ اس دوران حضرت عقیلؓ فرمایا کرتے کہ حق علیؓ کیطرف ہے۔ (صواعق محرقہ)

(۳) حضرت امیر معاویہؓ کے سامنے ایک شاعر نے سیدنا علیؓ کی تعریف میں قصیدہ پڑھا جس میں حضرت علیؓ کی بہت زیادہ تعریف فرمائی حضرت امیر معاویہؓ ہر ہر شعر پر جھوم جھوم کر فرماتے تھے کہ واقعی علیؓ ایسے ہی ہیں اور قصیدے کے اختتام پر شاعر کو آپؓ نے سات ہزار اشرفیاں انعام دیں۔ کسی نے پوچھا کہ اے امیر! جب آپؓ حضرت علیؓ کے ایسے معتقد ہیں تو پھر ان سے جنگ کیوں کر رہے ہیں؟ جواب دیا "الملک عقیم" یعنی یہ مذہبی جنگ نہیں ہے بلکہ ملکی معاملات کی جنگ ہے یعنی خون عثمانؓ کی جنگ ہے (الناھیہ)

(۴) ایک مرتبہ سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے حضرت حسن بنی علی رضی اللہ عنہما سے کہا کہ آج میں آپ کو ایسا نذرانہ پیش کرنا چاہتا ہوں جو آج تک کسی نے کسی کو نہ دیا ہو۔ یہ کہکر چار لاکھ روپیہ نذرانہ پیش کیا جو حضرت حسنؓ نے قبول فرمالیا (کتاب الناھیہ) تو انکا سب کچھ للہ تھا۔ انمیں نفسانی خواہشات کار فرمانہ تھیں۔ رب تعالیٰ خود جو ارشاد فرمارہے ہیں۔

رحماء بینھم الایہ پ ٢٦۔

کہ اصحابؓ محمد ﷺ آپس میں ایک دوسرے پر رحیم و شفیق اور مہربان ہیں۔

درج ذیل سطور میں ہم انکے باہمی خوش گوار اور محبت و احترام کے چند واقعات درج کرتے ہیں خصوصاً سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب ثلاثہؓ کے ساتھ تعلقات کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔ صدیق اکبرؓ اور علی مرتضیٰ

(۱) شیعہ مذہب کے وکیل جناب مولوی مقبول احمد دہلوی شیعی نے ترجمۃ القرآن اور حواشی لکھے ہیں انکا ایک ضمیمہ مطبوعہ ہے اسکے ص ۴۱۵ پر لکھتے ہیں۔

"پھر (علیؓ شیر خدا) اٹھے اور نماز کے قصد سے وضو فرما کر مسجد میں تشریف لائے اور ابو بکرؓ کے پیچھے نماز میں کھڑے ہوگئے۔

(۲) مرزا رفیع باذل ایرانی نے اپنی مشہور تصنیف "حملہ حیدری" میں اس مضمون کو نظم کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

کشید نہ صف اہل دیں از قفا۔

دراں صف ہم استاد شیر خدا

یعنی ابو بکرؓ کے پیچھے جب اہل دین نے نماز کیلئے صف تیار کی تو اس صف میں حضرت علیؓ شیر خدا بھی

شریک ہو کر کھڑے ہوئے۔" حملہ حیدری طبع قدیم ایرانی ص ۲۵۹ ج ۲ ذکر اغرا نمودن ابوبکر و عمر خالد بن ولید را بر قصد قتل شاہ اولیا۔

(۳) گیارھویں صدی کے شیعہ مجتہد باقر مجلسی اصفہانی نے اپنی تصنیف مراۃ العقول شرح اصول" طبع قدیم ایرانی ص ۳۸۸ بحث فی الاشارۃ الی بعض مناقب فاطمہ و قصہ فدک سنہ طباعت ۱۳۲۱ھ۔ میں صراحت کیساتھ یہ مسلہ درج کیا ہے کہ۔

"حضر المسجد و صلی خلف ابی بکرؓ" یعنی حضرت علیؓ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور ابوبکرؓ کے پیچھے نماز ادا کی۔

(۴) علی بن ابراھیم القمی اپنی تفسیر قمی ص ۲۹۵ سن طباعت ۱۳۱۵ھ تحت ایت فات القربی حقہ پارہ بست ویکم سورہ روم۔ لکھتے ہیں۔ ثم قال و تھیاء للصلوٰۃ و حضر المسجد و وقف خلف ابی بکرؓ و صلی لنفسہ۔" پھر حضرت علیؓ اٹھے اور نماز کی تیاری کی اور مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور ابوبکرؓ کے پیچھے کھڑے ہو کر اپنی نماز ادا کی۔"

(۵) احتجاج طرسی صفحہ ۵۳ طبع طھران بحث احتجاج امیر المومنین علیؓ۔ ابی بکرؓ و عمرؓ۔ سن طباعت ۱۳۰۲ھ لکھتے ہیں

قال وتھیاء للصلوۃ و حضرالمسجد و صلی خلف ابی بکرؓ۔

یعنی حضرت علی کھڑے ہوئے اور نماز کیلئے تیاری کی اسکے بعد مسجد نبوی میں حاضر ہو کر ابوبکرؓ کے پیچھے نماز ادا کی۔

(۶) تلخیص الشافی میں شیخ الطائفہ شیخ طوسی نے بھی اس مسئلہ کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے

"و ان ادعی صلوۃ مظھرۃ للاقتداء فذاک مسلم لانہ الظاھر"

یعنی حضرت علیؓ کا ابوبکر الصدیقؓ کی ظاہر اقتداء میں نماز ادا کرتے رہنا مسلمات میں سے ہے کیونکہ یہ ظاہر ہے۔ تلخیص الشافی ص ۳۵۴ طبع قدیم۔

علی المرتضیٰؓ نے صدیقؓ اکبر کو خلیفہ بر حق اور جانشین رسول تسلیم کرتے ہوئے انکی اقتداء میں نمازیں ادا کیں چنانچہ ذیل میں ہم حضرت علیؓ کا صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کرنے کے متعلق چند روایات نقل کرتے ہیں جن سے صدیقی اور مرتضوی تعلقات کا باسانی اندازہ ہو سکتا ہے۔

(۱) امام محمد باقر فرماتے ہیں۔۔۔۔

"وابو ان یبایعو احتی جاووا بامیرالمؤمنین علیہ السلام مکرھاً فبایع"

فروع کافی صفحہ ۱۱۵ ج ۳ کتاب الروضہ طبع نول کشور لکھنؤ از محمد بن یعقوب کلینی رازی۔

(۲) و کتاب الروضہ من الکافی ص ۸۵/۲ ۷۰ طبع جدید طھرانی بمع شرح فارسی۔ (۔)

(۳) رجال کشی ابو عمرو کشی مطبوعہ بمبئی ص ۷ مطبوعہ تہران ص ۱۲ تذکرہ سلمان فارسی۔

عبارت مندرجہ بالا کا حاصل یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے حمایت کرنے والے لوگوں نے بیعت ابوبکرؓ سے انکار کر دیا۔ حتی کہ امیر المومنین علیؓ کو مجبور کر کے لائے انہوں نے بیعت کی تب (ان لوگوں نے بھی بیعت کی)، ایک ضروری یاداشت۔ پڑھے لکھے لوگوں کیلئے یہ اطلاع کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کے بارے میں شیعہ مجتہدین و ائمہ نے بہت پیچ و تاب کھائے ہیں کہ کسی طرح حضرت علیؓ کا بطیب خاطر بیعت کرنا ثابت نہ ہو۔ چنانچہ کبھی کہا کہ حضرت علی کو مجبور کیا گیا ہے۔

آپ نے جبر و اکراہ کی بنا پر مجبوراً ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ بیعت کی تھی۔ کبھی کہتے ہیں کہ فتنہ و فساد سے بچنے کیلئے اور دفع شر کی خاطر بیعت کرلی تھی۔ اور کبھی یہ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ حضرت علی نے وقتی مصائب اور آئندہ پیش آنے والے واقعات سے ڈر کر بیعت کرلی تھی۔ اور کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ ایفائے عہد اور اتمام وعدہ کیلئے یہ بیعت ہوئی تھی۔ اور کبھی یہ عذر تراشہ گیا کہ مسلمانوں میں انتشار و افتراق پیدا ہونے کے خدشہ کی بناء پر حضرت علیؓ سے بعیت کرلی تھی تاکہ مسلمانوں کا اتحاد قائم رہے۔ یا للعجب

اسی روش قدیمہ کی بناء پر یہ کہا گیا ہے کہ حضرت علی کو مجبور کر کے لایا گیا۔ حالانکہ یہ جھوٹ ہے شیر خدا کو کوئی مجبور نہیں کرسکتا تھا۔

(۲) دوسری روایت شیعہ مذہب کے مشہور مجتہد شیخ ابو منصور احمد بن علیؒ الطبرسی نے اپنی مسلمہ کتاب احتجاج طبرسی میں امام محمدؒ باقر کی روایت درج کی ہے لکھتے ہیں کہ۔

فلما وردت الكتاب على اسامه انصرف بمن معه حتى دخل المدينته فلما رای اجتماع الخلق على ابى بكرؓ الظلق الى علیؓ بن طالب فقال ماهذا؟ قال له على هذا ماترى قال اسامة فهل بايعته؟ فقال نعم۔ احتجاج طبرسی ص ۵۰ مطبوعہ مشهد عراق ۱۳۰۲ء

خلاصہ یہ کہ جب اسامہ بن زیدؓ کے پاس چٹھی پہنچی تو وہ اپنے ساتھیوں سمیت مدینہ شریف میں واپس آگئے اور دیکھا کہ بیعت کیلئے ابوبکر کے پاس لوگ جمع ہو چکے ہیں تو اسامہ حضرت سے علی نے فرمایا کہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں وہی ہے پھر اسامہؓ نے پوچھا کہ کیا آپ نے ابوبکر (الصدیق) سے بیعت کرلی ہے؟ تو حضرت علی نے فرمایا کہ ہاں کر لی ہے؟

علاوہ ازیں شیعہ مذہب کی بیسیوں کتابوں میں یہ مسئلہ نہایت واضح طور پر مندرج ہے۔ مثلاً قاضی نور اللہ شوستری مجالس المومنین مجلس سوم خالدؓ بن ولید کے تذکرہ میں اور مشہور مجتہد سید مرتضیٰ علم الہدیٰ اپنی معتبر کتاب الشافی میں۔ اور مشہور شیعہ مؤرخ مرزا محمد تقی اپنی مستند کتاب ناسخ التواریخ جلد سوم از کتاب دوم در وقائع اقالیم سبعہ ص ۵۳۲ میں نہج البلاغہ مصری طبع ص ۸۹/۱۷۰ میں شرح نہج البلاغہ لابن ہیثم بحرانی طبع جدید ص ۹۳/۲۷۰ و ص ۱۵۶/۱۰۷ درہ نجفیہ شرح نہج البلاغہ ص ۹۹ طبع قدیم ایرانی وغیرہ میں مسئلہ بیعت صدیقؓ اکبر نہایت واضح طور پر لکھا ہوا ہے میں نہ مانوں کا تو کوئی علاج نہیں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تو ان بزرگوں کیساتھ غایت درجہ کی محبت تھی اور غایت درجہ کا ادب فرماتے تھے چنانچہ محمد بن الحنفیہ حضرت علیؓ کے صاحبزادے اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد جناب علی مرتضیٰؓ سے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ساری کائنات سے افضل کون ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ساری کائنات سے حضور ﷺ کے بعد افضل ابوبکرؓ ہیں انکے بعد عمرؓ ہیں۔

عن محمدبن الخيفته قال قلت لابى اى الناس خير بعد النبى صلى الله عليه وسلم قال ابوبكر قال قلت ثم من قال عمر الخ بخارى شريف جلد ۱ ص ۵۱۸

حضرت امام جعفر صادق فرماتے ہیں "ابوبکر صدیق ہیں۔ صدیق ہیں۔ صدیق ہیں۔ جو انہیں صدیق نہ کہے خدا

تعالیٰ اسکی کسی بات کو دنیا و آخرت میں سچا نہ کرے (کشف الغمہ عن معرفتہ الائمہ ایران ص ۲۲۰ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ اگر میری وفات ہو جائے تو لوگ ابو بکر کی بیعت کریں گے (فروع کافی کتاب الروضہ ۱۶۰ مطبوعہ لکھنؤ) پسجب سب صحابہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو امام باقر فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے بھی آپکی بیعت کر لی۔ فروع کافی کتاب الروضہ ص ۱۲۶۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اصحاب ثلاثہؓ کے ساتھ انتہا درجہ صاف کریں یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی اولاد کے نام انہیں بزرگوں کے نامور پر رکھے۔

۱۔ ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری متوفی ۲۷۶ھ نے اپنی مشہور کتاب المعارف ص ۶۲ پر بحث خلافت علیؓ بن ابی طالب میں حضرت علی کی اولاد کا ذکر کرتے ہوئے انکے اسماء تحریر کیے ہیں الحسن والحسین و ومحسنا ومحمد ابا وعبید اللہ وابا بکر۔۔۔۔ وعمر۔۔۔۔ ویحییٰ وجعفر والعباس وعبد اللہ الخ۔

۲۔ ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ نے اپنی معروف کتاب جمہرۃ انساب العرب مطبوعہ مصر ص ۳۸،۳۷ بحث اولاد علی بن ابی طالب میں ذکر کیا ہے۔ الحسن۔۔۔ محمد الحسین ابا عبد اللہ والحسن ابا عبد اللہ و عمر امہ الصہباء والعباس۔۔۔۔ ابو بکر و عثمان و جعفر عبد اللہ و عبید اللہ و محمد الاصغر و یحییٰ و قتل ابو بکر و جعفر و عثمانی والعباس مع اخیھم الحسین الخ جمہرۃ الانساب لابن حزم ص ۳۸،۳۷۔

فاضل علی بن عیسیٰ اربلی شیعہ نے اپنے کتاب کشف الغمہ جلد ۱ ص ۵۹۰ میں اولاد علی میں ان اسماء کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

یہ روایات اور انکے علاوہ بیشمار روایات حدیث و تاریخ سے تو ان حضرات کے باہمی قریبی خوشگوار اور نہایت عمدہ دوستانہ تعلقات اور رشتہ داریاں ثابت ہوتی ہیں۔

نیز یہ مفروضہ کہ اصحاب نے بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق جائیداد انہیں نہ دیا اسکا آسان جواب تو یہ ہے کہ ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند۔ حضرت علیؓ نے اپنے چھ سالہ دور خلافت میں اور حضرت حسن نے اپنے چھ ماہ کے دور خلافت میں یہ حق حقداروں کو دیا تھا یا نہ؟ اگر حضرت علی نے اپنے زمانہ خلافت میں فدک کا باغ اور حق میراث سیدہ کے شرعی ورثا کو دیا ہے تو اسکا ثبوت آپکے ذمہ ہے؟ اور اگر حضرت علیؓ و حضرت حسنؓ نے بی بیؓ کے ورثاء کو انکا میراث نہیں دیا اور یقیناً نہیں دیا تو پھر اصحاب ثلاثہؓ کا کیا قصور ہے۔ اس جرم میں تو سب برابر ہیں یہ کیا بے انصافی ہے کہ ان تین خلفاء راشدینؓ پر تو اعتراض کیا جائے مگر حضرت علیؓ پر اعتراض نہ ہو۔ وجہ فرق کیا ہے؟

سوال نمبر ۸ کا حاصل یہ ہے کہ اسلام میں معیار فضیلت تقویٰ ہے؟ تو پھر تم اصحاب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مغفور و جنتی کیوں کہتے ہو۔ اگر صحابیت کا شرف ہر کسی کیلئے بغیر تقویٰ کے باعث نجات ہے تو پھر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کتاب الفتن اور کتاب الحوض میں اصحاب رسول ﷺ کا دوزخ کیطرف جانا اور حضور ﷺ کا تعجب فرما کر روکنا کیوں مرفوع ہے؟

جواب: معیار فضیلت واقعی تقویٰ ہے اور تقویٰ کے سارے معارج، تقویٰ کے تمام درجات شرف صحابیت سے فروتر ہیں۔ یہی وہ جماعت ہے کہ ساری جماعت کے جنتی ہونے کا اللہ نے اعلان فرمایا۔ وکلاً وعداللہ الحسنی الا

حسنِ انتقاد

// تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے۔

سید محمد ذوالکفل بخاری

ماہنامہ "الحق" شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نمبر

مدیر: مولانا سمیع الحق - مرتب: مولانا عبدالقیوم حقانی - ناشر: موتمر المصنفین، دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک - نوشہرہ (سرحد) پاکستان - ضخامت: ۱۲۰۰ صفحات - کتابت طباعت: عمدہ

برصغیر کے نامور عالم دین اور صاحب قلم، سید مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ، نئی تہذیب کو "جاہلیت جدیدہ" کا نام دیا ہے۔ یہ نام اتنا بلیغ ہے کہ کم از کم مجھے اس سے بہتر اور موزوں کوئی اور نام نہیں مل سکا۔ بلکہ ہر وہ شخص جسے آج کے مسلمانوں کی دانش و بینش، عقائد و اعمال اور متاع دین و دنیا کی تباہی و بربادی دکھائی دیتی ہے، محسوس ہوتی ہے، تہذیب جدید کی ہلاکت خیزیوں کو جاہلیت جدیدہ کا شاخسانہ ہی کہے گا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس جاہلیت جدیدہ کا سامنا کون کرے گا۔ اس کا مقابلہ اور محاسبہ، بیخ کنی، سرکوبی، استیصال یا اس کی ہزیمت اور پسپائی کا عنوان اور سامان کون فراہم کرے گا؟ یقیناً (اقبال کے بقول)۔۔۔۔۔۔

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا

وہ۔۔۔۔ جس کے لئے جاہلیت جدیدہ کے "خدائے بزرگ و برتر"۔۔۔۔ شیطان رجیم نے حکم دے رکھا ہے کہ

روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

ہم دیکھتے ہیں کہ جب بھی، جہاں بھی شیطان کو اپنی اس کوشش میں کامیابی ہوئی ہے وہیں ملت محمدیہ کا شیرازہ ابتر ہوا ہے۔ اور جاہلیت جدیدہ کی اس یلغار کو کسی نے روکا ہے تو انہی بندگان بے نفس نے کہ جن کو سچے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سچے دین کا سچا علم و فہم عطا ہوا۔ یقیناً یہی لوگ انبیاء کے وارث ہیں۔ عیش دنیوی۔۔۔ اور لذات نفس سے بے گانہ۔۔۔۔ خوف مرگ سے بے نیاز!

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے اور دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے بانی! حدیث و فقہ میں استاذالاساتذہ کے درجے پر فائز! زہد و تقویٰ اور توکل و عزیمت کا مجسمہ! ہزاروں لاکھوں شاگردوں کے معلم و مربی، مریدوں کے مرشد و مخدوم، عقیدت مندوں کے مقتدا و پیشوا اور نیاز مندوں کے محبوب و محترم! ان کی خدمات و سوانح کا احاطہ تو کجا حتیٰ کہ بارہ سو صفحات پر مشتمل "الحق" کی اس ضخیم اشاعت میں بھی نہیں ہو سکا تو اپنی مختصر اور کمزور سی مبصرانہ تحریر میں یہ کیونکر ممکن ہو؟ البتہ یہاں اس حقیقت کا اعتراف اور اظہار ضروری ہے کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات و افادات، جہاد افغانستان کی عملی سرپرستی اور پاکستان کی پارلیمانی سیاست میں، عالمانہ وقار کے ساتھ ان کی جلوہ گری۔۔۔۔ یہ سب عناوین ایسے ہیں کہ ان پر پہلی مرتبہ اتنا بہت

سا، مبسوط، مربوط اور حد درجہ مفید مواد یکجا ہو کر سامنے آیا ہے کہ اس کے ملاحظے سے خود ہمیں خوشگوار حیرت ہوئی ہے۔ تبصرہ کے شروع میں، ہم نے جو جاہلیت جدیدہ کی بات کی تھی، وہ اسی حوالہ سے تھی کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے علمی، روحانی، مسلکی اور نسبی ورثا کو آج لازماً یہ سوچنا چاہیئے کہ جاہلیت جدیدہ کے خلاف جو جہاد عمر بھر مولانا نے جاری رکھا اور جس مجاہدانہ شان کے ساتھ وہ ہر طرح کی آزمائشوں میں سرخرو ہوئے۔ کیا اس سے انحراف یا اغماض کسی بھی درجہ میں کسی کے لئے مستحسن ہے؟ ہمیں خوشی ہے کہ "الحق" کا یہ یادگار نمبر، غور وفکر کا یہ موقع اور یہ کیفیت قاری کو فراہم کرتا ہے۔

مولانا سمیع الحق، مولانا عبدالقیوم حقانی اور جملہ ارکان و معاونین موتمر المصنفین بجاطور پر اس محنت پر تحسین و آفرین کے مستحق ہیں۔

مسافرین آخرت

ادارہ:

- مجلس احرار اسلام سیالکوٹ کے سالار اور مخلص رفیق محترم سالار عبدالعزیز صاحب کی ہمشیرہ محترمہ ۳۰ اکتوبر کو انتقال کر گئیں۔
- مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی کے کارکن محترم ابو معاویہ عبدالستار صاحب کے بہنوئی اور چودھری افتخار حسین صاحب (سیشن جج) کے برادر بزرگ چودھری محمد سرور (سکنہ چک نمبر ۱۰۸-۷ آر) گذشتہ دنوں رحلت فرما گئے۔ چودھری محمد سرور مرحوم کی وفات پر احرار رفقاء پیر جی سید عطاء المھیمن بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ اور دیگر احرار کارکنوں نے اظہار تعزیت کیا ہے۔

ارا کین ادارہ مرحومین کی مغفرت کے لئے دعاگو ہیں۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ مرحومین کی مغفرت کے لئے دعاؤں کا خاص اہتمام کریں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بلند درجات عطا فرمائیں اور لواحقین کو صبر عطا فرمائیں۔ (آمین)

تصحیح

گزشتہ شمارہ میں جناب پروفیسر عبدالرحمن سندھو کی نعت شائع ہوئی۔ ان کا نام سہواً عبدالحئی شائع ہو گیا۔ قارئین تصحیح فرمالیں۔ (ادارہ)

آئیے۔ اللہ کی رضا اور اجر حاصل کیجئے!

ہمارے دینی ادارے اور مستقبل کے منصوبے مسلمان توجہ فرمائیں

— مجلس احرار اسلام [illegible] انقلاب کی داعی ہے۔ دینی انقلاب — دینی مزاج اور دینی ماحول پیدا کیے بغیر ممکن نہیں۔ [illegible] سے آج تک احرار نے بیسیوں تحریکوں کو جنم دیا اور پروان چڑھایا۔ احرار کی سب سے بڑی [illegible] تحریک تحریک ختم نبوت ہے۔

— پاکستان سے پہلے اور پاکستان کے بعد احرار نے سینکڑوں دینی ادارے قائم کیے جن سے امتِ مسلمہ میں دینی مزاج عام اور دینی قوتوں میں اضافہ ہوا۔ اکابرِ احرار نے ایک بات شدت سے محسوس کی کہ جب تک دینی ادارے بنیادی طور پر احرار کی نگرانی میں نہیں چلیں گے اُس وقت تک یکجہتی پیدا ہونا مشکل امر ہے۔ لہٰذا ہم نے امتِ مسلمہ کے تعاون سے اندرون و بیرونِ ملک دینی ادارے قائم کئے ہوئے ہیں جن کی مختصر تفصیل یوں ہے:

- مدرسہ معمورہ ——— دار بنی ہاشم، پولیس لائنز روڈ ملتان۔ فون نمبر: ۵۱۱۹۶۱
- مدرسہ معمورہ ——— مہربان، تغلق روڈ ملتان ———
- بستان عائشہ (برائے طالبات) [illegible] اکیڈمی (برائے طلباء) دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
- مدرسہ معمورہ ——— [illegible] ضلع گجرات ———
- مدرسہ ختم نبوت ——— مسجد احرار متصل ڈگری کالج ربوہ۔ فون نمبر: ۸۸۶ ———
- مدرسہ ختم نبوت ——— [illegible] روڈ ربوہ ———
- دار العلوم ختم نبوت ——— [illegible] فون نمبر: ۲۱۱۲ — ۲۹۵۳ ———
- احرار ختم نبوت سینٹر ——— چیچہ وطنی ———
- مدرسہ [illegible] ——— ڈھنگ ضلع چکوال ———
- مدرسۃ العلوم الاسلامیہ ○ مدرسۃ البنات — گڑھا موڑ — فون: ۱۳
- مدرسہ [illegible] ختم نبوت ——— نواں چوک گڑھا موڑ ———
- مدرسہ ختم نبوت ——— صادق آباد، ضلع رحیم یار خان ———
- مدرسہ احرار الاسلام ——— بستی شام دین، قائم پور ———
- مدرسہ [illegible] الاسلام ——— بستی گدڑی، حاصل پور ———

[illegible] سرگرم عمل ہیں۔ ان کے [illegible] مسجد احرار ملتان، مدرسہ معمورہ کے بڑھتے ہوئے کام کے پیش نظر زمین کی خرید اور تعمیر [illegible] کا قیام، بیرونی ممالک میں مبلغین کی تبلیغاتی ادارے کا قیام، پچاس کتابوں کی اشاعت — اس منصوبے کی تکمیل پر تقریباً [illegible] لاکھ روپیہ خرچ ہوگا۔ مگر یہ تمام کام امتِ رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے تعاون سے ہوگا۔ جو آپ ہی نے کرنا ہے۔

تعاون آپ کریں دعا ہم کریں گے اور اجر اللہ پاک دیں گے — آئیے آگے بڑھئے اور اجر کمائیے۔

[illegible] سید عطاء المحسن بخاری [illegible] مہربان کالونی ○ ملتان۔
[illegible] ۹۹۳۲ حبیب بنک لمیٹڈ حسین آگاہی ملتان۔

MONTHLY PH : 511961

NAQEEB - E - KHATM - E - NUBUWWAT

Regd No. L - 8755 MULTAN

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

جامع مسجد ختم نبوت

دار بنی ہاشم — مہربان کالونی — ملتان

زیر اہتمام: تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) عالمی مجلس احرار اسلام پاکستان

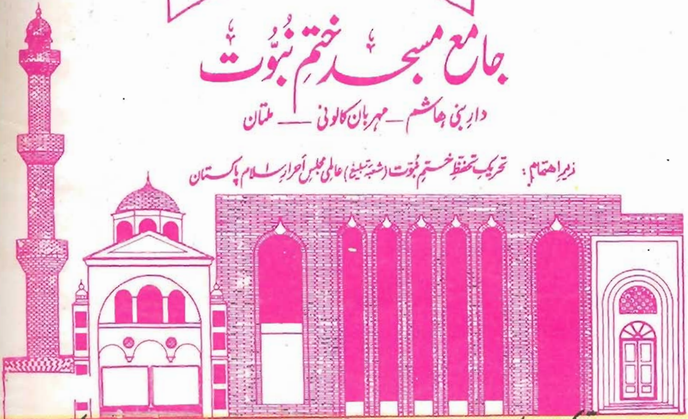

مسجد تکمیل کے مراحل میں ہے، دیواروں کے پلستر اور فرش کی تنصیب، بجلی کی فٹنگ دروازوں اور کھڑکیوں کی تنصیب کا کام باقی ہے۔

اس وقت تعاون کی اشد ضرورت ہے۔ نقد و سامان تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون کا ہاتھ بڑھائیں۔ اور اللہ سے اجر پائیں۔

ترسیل زر کے لئے

بذریعہ بنک ڈرافٹ، چیک

بنام ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری

اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲، حبیب بنک حسین آگاہی ملتان۔